رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر:- میر قاسم علی صاحب احمدی!

شرح چندہ پیشگی

سالانہ • معاونین • چندہ عام • ششماہی • بیرون ہند

صہ/ للعہ/ عہ/ عہ/ ۷ شلنگ

قیمت فی پرچہ ۱/ مینیجر: رشید احمد خاں احمدی!

تاریخہائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸

جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۴ ماہ شہادت ۱۳۱۹ہش مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۴

۲۶۱۰
جناب بابو عبد اللطیف صاحب [illegible]
شہر فیروز پور
Ferozepore City

دارالامان کا ہفتہ

(۱) قادیان ۱۰ شہادت ۱۳۱۹ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق ساڑھے نو بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ خدا کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

(۲) ۱۰ شہادت۔ آج بعد نماز ظہر چند اصحاب نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ کہ ایک مقام پر لڑائی ہو گئی ہے۔ جہاں ہمارے آدمی ہیں۔ اور ہم حضور سے امداد کے خواہاں ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ ابھی تک کوئی تفصیل نہیں آئی۔ کہ ظالم کون ہے۔ اور مظلوم کون۔ ایسے میں کسی کی امداد کا وعدہ کس طرح کر سکتا ہوں۔ حالات کا علم ہونے کے بعد ہم مظلوم کی امداد کریں گے۔ اگر آپ کے آدمی مظلوم ہوں گے۔ تو ہم ان کی امداد کریں گے۔ اور اگر دوسرا فریق مظلوم ہوگا۔ تو اسکی امداد کی جائے گی۔ اسمیں تو دونوں فریق احمدی ہیں۔ اگر ایک فریق احمدی ہوتا۔ اور دوسرا غیر احمدی۔ اور وہ مظلوم ہوتا۔ تو اس صورت میں بھی ہم غیر احمدی مظلوم کی مدد کرتے۔ اسی وقت مجھے یہ کہنا بے سود ہے۔ کہ آپ کے آدمیوں کی مدد کروں۔ ہاں اگر آپ کے پاس اپنے آدمیوں کے مظلوم ہونے کا کوئی ثبوت ہو۔ تو پیش کر سکتے ہیں۔ اور اگر آپکے آدمی مظلوم ۴۴

۴۴ ہوں گے۔ تو آپ لوگوں کو ان کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ ہم خود ان کی مدد کریں گے۔ اور اگر ظالم ہوں گے۔ تو ہم ظالم کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کر سکتے۔ اسلام کی تعلیم تو یہ ہے ✻

✻ کہ ایسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے متعلق اگر تمہارے دل میں رحم پیدا ہوتا ہے۔ تو تم مومن نہیں۔ چہ جائیکہ نرمی کا اظہار کیا جائے۔

"دیکھتے جاؤ"—!

ادھر آؤ! یہ نورِ آسمانی دیکھتے جاؤ
یہ اکسیرِ حیاتِ جاودانی دیکھتے جاؤ

وہ جس نے کر دیا ہے سر قلم دیوِ جہالت کا
وہ شمشیرِ مسیحِ قادیانی دیکھتے جاؤ

حقیقت کیا ہے اس کے سامنے بجلی کے بلبوں کی
منارۃ المسیح کی ضوفشانی دیکھتے جاؤ

کیوں اتنا ناز ہے اک سنگریزے پر تمہیں آخر
اِدھر آؤ یہ لولوئے معانی دیکھتے جاؤ

مجھے معلوم ہے ایذا رسانی ان کا شیوہ ہے
زباں والوں کی لیکن بے زبانی دیکھتے جاؤ

ہمیں کل تک جو اپنے مہرباں معلوم ہوتے تھے
انہیں کی آج یہ نامہربانی دیکھتے جاؤ

دھرے رہ جائینگے اے زاہدو! تکفیر کے فتوے
مِرے ماتھے پہ سجدوں کی نشانی دیکھتے جاؤ

تمہاری سرد مہری نے نکما کر دیا مجھ کو
مریضِ غم کی آ کر ناتوانی دیکھتے جاؤ

میں خالی ہاتھ دنیا سے گیا لیکن ملی جنت
یہ مہمانی ہے اور یہ میزبانی دیکھتے جاؤ

میں "اسمٰعیل مضطر" ہوں غرض ہے آبِ زمزم سے
نہیں چشمہ تو چشمِ تر کا پانی دیکھتے جاؤ

جو کہنہ مشق ہیں احسن! انہیں جا کر کوئی کہہ دے
یہ باتیں اور یہ عہدِ جوانی دیکھتے جاؤ

خاکسار احسن اسمٰعیل
صحابی از گوجرہ

ضلع سیالکوٹ اور گجرات میں دیہاتی مدارس کا قیام

چونکہ تاحال پہلے اعلان کے بموجب کسی جماعت کی طرف سے اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔ لہذا عین ممکن ہے۔ کہ بعض جماعتوں کی نظروں سے وہ اعلان نہ گزرا ہو۔ لہذا دوبارہ اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ بہت جلد جماعتیں مطلع فرمائیں۔ کہ ان کے علاقہ میں کونسی جگہیں ایسی ہیں۔ کہ وہ اس سکیم کے ماتحت اپنے ہاں مدرسہ جاری کرنا چاہتی ہیں۔ جو انشاء اللہ ان کے لئے ان کی اولادوں کے لئے اور ان کے زمیندارہ کام کے لئے یقیناً بہت ہی مفید ہوگا۔ اگر کسی جماعت کو خود تو ضرورت نہ ہو۔ لیکن کسی دوسری جماعت کے لئے یہ تجویز مفید ہو۔ تو اس بارہ میں معہ وجوہات اطلاع دیں۔ تاکہ اسجگہ ایسے مدرسہ کے قیام کی صورت کی جائے۔ اور اگر حقیقتاً وہاں ضرورت ثابت ہوئی۔ اور جماعت کسی قسم کا بوجھ اٹھانے کے ناقابل ہوگی۔ تو کوشش کی جائے گی۔ کہ سلسلہ کی طرف سے وہاں زمین خرید کر مدرسہ قائم کیا جائے۔ (انچارج تحریک جدید)

احباب اور عہدہ داران و نمائندگان مجلس مشاورت

کی

توجہ کے لئے ایک نہایت ضروری اعلان

صدر انجمن احمدیہ کے مالی سال ختم ہونے میں اب صرف تین ہفتہ رہ گئے ہیں۔ اسی عرصہ میں احباب اور عہدہ داران جماعت نیز نمائندگان مجلس مشاورت کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے اپنے ذمہ کا بقایا ادا کر کے اپنے بجٹوں کو پورا کر دیں۔ اس سے قبل ۷ر مارچ ۳۹ء کو بذریعہ مطبوعہ تحریک اور پھر مجلس مشاورت پر ہر ایک جماعت کا بجٹ اور وصولی بنا کر بقایا کے متعلق نمائندگان مجلس مشاورت کو توجہ دلائی جا چکی ہے۔ اور وہ حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی زبان مبارک سے بھی انتباہ اور ہدایات سن چکے ہیں۔ امید ہے۔ مشاورت سے واپس جا کر عہدہ داران جماعت اور نمائندگان نے اپنے اپنے بجٹوں کی کمی پورا کرنے کی کوشش میں مصروف ہوں گے۔ تاہم اس اعلان کے ذریعہ یاددہانی کرائی جاتی ہے۔ کہ بجٹوں کے پورا کرنے کے لئے ہر ممکن سعی کی جائے۔ اور دوست ۳۰ر اپریل تک اپنے بجٹ پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

سال حال کے ختم ہونے پر چندہ عام۔ حصہ آمد و چندہ جلسہ سالانہ کے بجٹ پورا کرنے والی جماعتوں کے نام حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور بغرض اطلاع و دعا پیش کئے جاویں گے۔ تا حضور کو معلوم ہو جائے۔ کہ کن جماعتوں نے مشاورت کے بعد اپنی ذمہ واری کو پورا کیا ہے۔ پس میں امید کرتا ہوں۔ کہ احباب و عہدہ داران جماعت مقامی اپنی فرض شناسی کا عملی ثبوت پیش کریں گے۔ اللہ تعالے آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ (ناظر بیت المال)

ضرورت آنریری انسپکٹران بیت المال

جماعتہائے مقامی کے حسابات کی پڑتال و وصولی چندہ کی مدد کے سلسلہ میں نظارت ہذا کو ایسے دوستوں کی ضرورت ہے۔ جو اپنے فرصت کے اوقات میں کسی نزدیک کی جماعت میں جا کر اس کے حسابات کی پڑتال کر سکیں۔ اور مقامی عہدہ داران کو وصولی چندہ میں مدد دے سکیں۔ سلسلہ کا درد اپنے دل میں رکھنے والے احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ جلد نظارت ہذا کو اطلاع دیں۔ کہ وہ کب اور کس کس جماعت میں جا سکیں گے۔ تا ان کے بھجوانے کا بندوبست کیا جا سکے۔

(ناظر بیت المال)

کمیٹی دار الشکر

تحریک جدید کے اٹھارھویں مطالبہ کے ماتحت قائم ہوئی

"قادیان میں مکان بنانا دنیا نہیں بلکہ دین ہے"

ایسے دوست جو دار الانوار کمیٹی میں شامل ہونے کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ ان کے فائدہ کے لئے دار الشکر کمیٹی مئی ۳۶ء سے جاری کی گئی۔ جس میں ایک حصہ دس روپے ماہوار ہے۔ باہمی امداد اور تعاون کی یہ بہترین تحریک ہے۔ کہ دس روپے ماہوار دینے سے ۱۵۰۰/۱/ روپیہ کا قرعہ مل جاتا ہے۔ جس سے آدمی قادیان میں کچھ ڈال کر خاطر خواہ مکان تیار کر سکتا ہے۔ پھر قادیان میں مکان بنانا دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔ جیسا کہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔ "ہر مکان جو قادیان میں بنتا ہے۔ وہ احمدیت کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے۔ تم قادیان میں مکان بنا کر صرف اپنی جائیداد ہی نہیں بناتے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی خدا تعالے کی جائیداد بھی بڑھاتے ہو۔ ہر اینٹ جو تمہارے مکان میں لگائی جاتی ہے۔ وہ صرف تمہارے مکان کو مضبوط نہیں کرتی۔ بلکہ سلسلہ اور اسلام کو بھی مضبوط کرتی ہے۔ پس ہر مکان جو بنایا جاتا ہے۔ وہ اور مکانوں کے لئے بھی راستے کھولتا ہے۔ پھر سب مکان مل کر احمدیت کی مضبوطی کا موجب بنتے ہیں۔ .... جو قادیان میں رہنے والے ہیں۔ انہیں بھی چاہیئے۔ کہ مکان بنائیں۔ قادیان میں مکان بنانا دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔"

میں ممبران دار الشکر سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ جس طرح آپ لوگ اخلاص سے اس کمیٹی میں شامل ہوئے تھے۔ اسی اخلاص اور محبت سے اپنے بقایا جات کو ادا کرنے کی کوشش فرمائیں۔ اگر ایک سو بیس اصحاب ماہوار ۱۰/- بھجواتے رہیں۔ تو ماہوار قرعہ نکل کر ہر دوست کو ماہوار ۱۵۰۰/۱/ روپے مل سکتے ہیں۔ اور اس طریق سے ہر دوست سہولیت اور آسانی کے ساتھ اپنے لئے مکان تیار کرا سکتا ہے۔

حصہ داران دار الشکر کمیٹی اس کمیٹی کو کامیاب بنانے کے لئے ہمت اور کوشش فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور عند اللہ اجر عظیم حاصل کریں۔

(خاکسار محمد دین سکرٹری دار الشکر کمیٹی قادیان)

مالی کلاس میں داخل ہونیوالوں کو مژدہ

لائل پور زراعتی کالج میں ایک "مالی کلاس" ہے جس کا عرصہ تعلیم ایک سال ہے۔ اس میں داخل ہو کر کام سیکھنے کے لئے تعلیم کا کوئی معیار نہیں۔ سمجھدار انسان بہت جلد ترقی کر سکتا ہے۔ یہ کلاس ماہ تبوک یعنی ستمبر سے کھل جاتی ہے۔ اس میں باغبانی کے طریق سکھائے جاتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے جماعت کے نوجوانوں کو باغبانی کی طرف خاص توجہ دلانے کی غرض سے یہ تجویز فرمائی ہے۔ کہ جو احمدی نوجوان اس کام کو سیکھنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اپنی درخواستیں دفتر تحریک جدید میں بھجوا دیں۔ ان کو سلسلہ کے خرچ پر اس کلاس میں تعلیم دلائی جائے گی۔ لیکن شرط یہ ہو گی۔ کہ وہ کلاس میں پاس ہونے پر پانچ سال تک جہاں سلسلہ ان کو لگانا چاہے۔ کام کریں۔ اس عرصہ میں ان کو ۱۵/-/ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ اور کام کے تسلی بخش ہونے کی صورت میں ۱/-/ روپیہ سالانہ ترقی ہو کر ۲۰/-/ روپیہ تک تنخواہ ملے گی۔ اور اگر کوئی شخص کام سے انکار کرے۔ یا کلاس کے امتحان میں فیل ہو جائے۔ تو جس قدر خرچ اس پر ہوا ہو۔ وہ اسکی یکمشت واپسی کا ذمہ وار ہو گا۔ پانچ سال کے عرصہ کے بعد وہ اپنے کام میں آزاد ہو گا۔ جہاں چاہے کرے۔ (انچارج تحریک جدید)

اعلان قابل توجہ جماعتہائے احمدیہ

مندرجہ ذیل انسپکٹر صاحبان بیت المال کو مفصلہ ذیل جماعتوں میں بقایا جات کی وصولی میں مقامی جماعت کے عہدہ داران کی امداد کے لئے بھیجا جا رہا ہے۔ اور امید کی جاتی ہے۔ کہ احباب و عہدیداران جماعت مقامی انسپکٹر صاحبان سے پورا پورا تعاون کر کے عند اللہ ماجور ہوں گے۔

۱۔ سید محمد لطیف صاحب بٹالہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ مغلپورہ۔ چھاؤنی لاہور۔ شاہدرہ شیخوپورہ۔

۲۔ قریشی میر احمد صاحب۔ منٹگمری۔ پاکپٹن اوکاڑہ۔ دیپالپور۔ نورشاہ۔ چک ۳۱ عارف والہ۔ ملتان۔ خانیوال۔

۳۔ مولوی عبد العزیز صاحب۔ گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ حافظ آباد۔ گجرات۔ لالہ موسےٰ۔ کھاریاں۔ جہلم۔ پنڈ دادنخاں۔ کالا گوجراں۔ دوالمیال۔

۴۔ چودھری فیض احمد صاحب۔ سرگودھا۔ بھیرہ۔ بھلوال۔ خوشاب۔ ملک وال۔ شاہپور میانی۔ جھنگ۔

۵۔ حکیم فیروز الدین صاحب۔ سیالکوٹ پسرور ڈسکہ۔ نارووال۔ ظفر وال۔ سمبڑیال جموں۔

۶۔ سردار نذر حسین صاحب۔ فیروزپور۔ قصور فاضلکا۔ زیرہ۔ موگا۔ فرید کوٹ۔ کپورتھلہ۔ جالندھر۔ چھاؤنی جالندھر۔ نورمحل۔ راہوں ہوشیارپور۔ گڑھشنکر۔

۷۔ چودھری عنایت علی خاں صاحب آنریری انسپکٹر۔ کھنہ۔ لدھیانہ۔ مالیر کوٹلہ۔ نابھہ پٹیالہ۔ سنور۔ سامانہ۔ سنگرور۔ دھوری خانپور۔ سرہند۔ مانسہ منڈی۔ انبالہ شہر و چھاؤنی۔ (ناظر بیت المال)

اطلاع

جن احباب نے وی۔ پی واپس کر دیئے ہیں۔ اور چندہ بھی ارسال نہیں کیا۔ ان کا پرچہ تا وصولی چندہ بند کر دیا ہے۔ جملہ احباب سے درخواست ہے۔ کہ فاروق کے واسطے کم از کم ایک ایک خریدار مزید عطا فرما کر ثواب حاصل کریں۔ تا کہ یہ کمی جو ہو گئی ہے۔ وہ پوری ہو جائے۔ (مینیجر فاروق)

درخواست دعا۔ ماسٹر عبد الرؤف صاحب بھیروی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ ایک عرصہ سے بیمار چلے آتے ہیں۔ اور بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ ماسٹر صاحب بزرگان سلسلہ اور دیگر احباب جماعت سے صحت کے لئے درخواست کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فاروق
جلد ۲۵ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴؍ ماہ شہادت ۱۳۱۹ ہش | نمبر ۱۴

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۹؍ امان ۱۳۱۹ ہش

غیر مبایعین کو تبلیغ کرنے کے متعلق خاص ارشاد

فرمودہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

بوجہ انفلوئنزا کے دورہ کے میں اونچا نہیں بول سکتا اور گو آج حرارت میں مجھے نسبتاً کل سے افاقہ ہے لیکن گلے اور سر میں درد ابھی تک باقی ہے۔ مگر لاؤڈ سپیکر کی وساطت سے میں امید کرتا ہوں کہ باوجود آہستہ بولنے کے میری آواز تمام جماعت تک پہنچ جائے گی۔

میں آج دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے ساتھ **اللہ تعالیٰ کا وعدہ** ہے۔ اور اس وقت تک یہ وعدہ نہایت صفائی سے پورا ہوتا چلا آیا ہے۔ کہ وہ ہم لوگوں کو جیسے بیرونی دشمنوں پر **فتح اور نصرت** عطا فرمائے گا۔ اسی طرح جو اندرونی باغی ہیں۔ ان پر بھی وہ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ ہمیں غلبہ عطا فرماتا رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے۔ ابھی نہ کوئی خلافت کا سوال تھا۔ نہ اس قسم کا نظام جماعت کے سامنے تھا۔ کہ مجھے الہام ہوا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی زندہ ہی تھے۔ جب مجھے یہ الہام ہوا۔ اور جب میں نے آپ کو یہ الہام سُنایا۔ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے الہاموں کی کاپی میں یادداشت کے طور پر اسے درج فرما لیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں یقیناً ان کو جو تیرے متبع ہوں گے۔ ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے۔ ہمیشہ غالب رکھوں گا۔ اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا۔

چنانچہ اس وقت تک ہم اس الہام کے پورا ہونے کا نظارہ کئی دفعہ دیکھ چکے ہیں۔ **پیغامی کس زور سے اُٹھے** کس شان سے اُٹھے۔ کن زبردست ارادوں سے اُٹھے۔ کیا کیا تدبیریں تھیں۔ جو انہوں نے ہمیں زیر کرنے کے لئے اختیار نہ کیں۔ اور کیا کیا منصوبے تھے جو انہوں نے ہمیں ذلیل کرنے کے لئے نہ باندھے۔ جو شوکت اور جو رتبہ اس وقت ان لوگوں کو جماعت میں حاصل تھا۔ آج جو بعد میں آنے والے ہیں۔ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ شاید یہی سمجھتے ہیں۔ کہ ہم **ہمیشہ ہی غالب** رہے ہیں۔ اور وہ ہمیشہ ہی مغلوب رہے ہیں۔ حالانکہ ان ایام میں ان کو اتنا رتبہ اور زور حاصل تھا۔ کہ بہت سے لوگوں کے دل ڈرتے تھے۔ کہ نہ معلوم کیا ہو جائے گا۔ اور بعض تو یہ خیال کرتے تھے۔ کہ شاید وہ ہمیں قادیان سے ہی نکال دیں گے۔

دُنیوی سامان جس قدر ہُوا کرتے ہیں۔ وہ سب ان کے ساتھ تھے۔ صدر انجمن احمدیہ کا نظام اُن کے قبضہ میں تھا۔ خزانہ ان کے قبضہ میں تھا۔ رسالے اور اخبار ان کے قبضہ میں تھے۔ یعنی وہ جو انجمن کے ماتحت تھے۔ بیرونی دنیا میں انہی کا نام روشن تھا۔ جماعت پر ان کو اقتدار حاصل تھا۔ اور بہت سے لوگ اس دبدبہ اور رعب میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ کیا اتنے بڑے لوگ بھی غلطی کر سکتے ہیں؟ پھر وہ ایک عرصہ سے اپنے متعلق جماعت میں پراپیگنڈا کر رہے تھے۔ اور "پیغام صلح" اسی غرض کے لئے انہوں نے جاری کیا ہُوا تھا۔ غرض جماعت میں **ایک ہیجان پیدا تھا** اور وہ خود دنیوی سامانوں کی کثرت کی وجہ سے اس قدر مغرور تھے۔ کہ انہوں نے ایک دفعہ لکھا۔ کہ ابھی تک تو جماعت کے بیسویں حصہ نے بھی بیعت نہیں کی۔ گویا خود ان کے اقرار کے مطابق جماعت کے انیس حصے ان کے ساتھ تھے۔ اور صرف ایک حصہ ہمارے ساتھ تھا۔ لیکن جبکہ جماعت کے انیس حصے ان کے ساتھ تھے۔ اور صرف ایک حصہ ہمارے ساتھ تھا۔ جبکہ جماعت کی تمام اہم چیزیں انہی کے قبضہ میں تھیں۔ جبکہ جماعت کے تمام اہم ادارے انہی کے پاس تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم کے ساتھ مجھ پر الہام نازل کیا۔ اور فرمایا کہ

"کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے"

اور میں نے یہ الہام اسی وقت اشتہارات کے ذریعہ شائع کر دیا۔ جو آج تک دوستوں کے پاس موجود ہوں گے۔

اسی طرح اس نے مجھے الہاماً فرمایا۔ کہ لیمزقنھم کہ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ انہیں پراگندہ کر دے گا۔ اور ان میں اختلاف پیدا کر کے ان کی طاقت کو توڑ دے گا۔ مجھے اس وقت صحیح طور پر یاد نہیں۔ کہ الہام لیمزقنھم تھا۔ یا لنمزقنھم تھا۔ یعنی الہام میں یا غائب کی ضمیر استعمال کی گئی تھی۔ یا متکلم کی۔ مگر بہرحال اس الہام کا مطلب یہ تھا۔ کہ خدا ان کی طاقت کو توڑ دے گا۔ اور ان میں اختلاف پیدا کر کے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔

اس وقت ان لوگوں کے زور کی یہ حالت تھی۔ کہ انہی لوگوں میں سے ایک صاحب نے **مدرسہ ہائی کی طرف ہاتھ اُٹھا کر** کہا تھا۔ کہ یہ عمارتیں ہم نے بنائی تھیں۔ اور ہم ہی ان کی حفاظت کر رہے تھے۔ مگر اب جماعت نے غلطی کی۔ جو اس نے ایک بچہ کو خلیفہ بنا لیا۔ اب ہم تو یہاں سے جاتے ہیں۔ مگر ابھی دس سال نہیں گزریں گے۔ کہ ان عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب چھبیس سال گزر چکے ہیں۔ اور ہمارا ان عمارتوں پر پہلے سے بھی زیادہ قبضہ ہے۔ عمارتیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ اور سوائے ایسی عمارتوں کے جو **خدا تعالیٰ کے خاص نشانوں میں سے** ہوں۔ جیسے خانہ کعبہ وغیرہ۔ باقی عمارتیں ایسی نہیں ہوتیں۔ کہ ان کا کسی وقت کسی جماعت کے قبضہ سے نکل جانا کوئی قابل اعتراض بات ہو۔ سوال جماعتی ترقی کا ہوتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ہی ہمیں حاصل رہی ہے۔ پس گو خود ان عمارتوں کا ہمارے پاس رہنا کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنے آپ کو کیا سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کس طرح عیسائیوں کو غلبہ دینے کی بجائے ہمیں غلبہ دیا۔ اور اسلام کی خدمت کی توفیق دی۔ لیکن جہاں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہمیں اطمینان دلاتا ہے۔ کہ ہم غالب رہیں گے۔ وہاں ایک اور بات کی طرف بھی ہمیں توجہ دلاتا ہے۔ جو فکر والی ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قیامت تک میرے ماننے والے منکرین خلافت پر غالب رہیں گے۔ بتاتا ہے۔ کہ **مخالفین خلافت اور اندرونی مخالفین سلسلہ قیامت تک** کسی نہ کسی صورت میں باقی رہیں گے۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ وہ ضرور پیغامیوں کی شکل میں رہیں گے۔ ہم یہ نہیں کہتے۔ کہ وہ ضرور مصریوں کی شکل میں رہیں گے۔ ہم صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ خواہ وہ پیغامیوں کی شکل میں رہیں۔ یا مصریوں کی شکل میں خارجیوں کی شکل میں رہیں یا شیعوں کی شکل میں۔ یا خارجیوں اور شیعوں اور پیغامیوں اور مصریوں سب کی صورت میں۔ بہرحال کسی نہ کسی رنگ میں رہیں گے۔ اور یہ بات یقیناً فکر والی ہے۔ کیونکہ اگر دشمن نے کسی نہ کسی رنگ میں رہنا ہے۔ اور اگر مخالف نے کسی نہ کسی رنگ میں ہمیشہ ہمارے رستہ میں روڑے اٹکاتے رہنا ہے۔ تو ہمارے لئے بھی ہمیشہ ہی اس کے مقابلہ کا انتظام کرتے رہنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ انسانی جسم میں اگر کوئی مرض رہے۔ تو بہرحال اس کا **علاج کرنا ضروری ہوتا ہے** ایک شخص کو نزلہ ہوتا ہے۔ اور چند دنوں کے بعد وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ تو وہ اتنے ہی دن دوائی کھاتا ہے۔ جتنے دن بیمار رہتا ہے۔ ایک اور شخص کو بخار ہوتا ہے۔ اور وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی صرف اتنے ہی دن دوائی کھاتا ہے۔ جتنے دن بیمار رہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مرض ایسا ہو۔ جو خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو۔ مگر ہمیشہ ساتھ رہے۔ تو اس کے متعلق انسان ہمیشہ دوائی استعمال کرتا رہتا ہے۔ تاکہ مرض دبا رہے۔ اور وہ **جسم پر غلبہ نہ پالے** پس صرف اس بات پر خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہم غالب رہیں گے۔ کیونکہ اگر کوئی فتنہ ایسا ہے۔ جس نے ہمیشہ دین کے راستہ میں روک بننا ہے۔ تو چاہے وہ صرف ایک شخص کو ہی ہدایت سے روکنے کا موجب بن سکے۔ بہرحال وہ فتنہ ایسا نہیں۔ کہ ہم اس کی طرف سے غافل ہو سکیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ اے علیؓ تیرے ہاتھ سے

ایک شخص کا ہدایت پا جانا

اس سے زیادہ بہتر ہے۔ کہ تجھے ایک بہت بڑی وادی جانوروں سے بھری ہوئی مل جائے۔ اور جب ایک شخص کا ہدایت پا جانا اس قدر بہتر ہے۔ تو صاف ظاہر ہے۔ کہ ایک شخص کا کسی فتنہ سے گمراہ ہونا بھی اتنی ہی خطرناک بات ہے۔ پس یہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وہ تھوڑے ہیں۔ اور ہم زیادہ۔ بلکہ دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ اگر ان کے ذریعہ ایک شخص بھی گمراہ ہوتا ہے۔ تو اسکی ذمہ واری ہم پر ہے۔ کیونکہ اگر ہم بہت ہو کر بھی کسی کو ان کی طرف جانے دیتے ہیں۔ تو امر ہماری بے توجہی پر دلالت کرتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ مصری فتنہ سے طاقت پاکر

گزشتہ ایام سے غیر مبائعین پھر سر اٹھا رہے ہیں

اور وہ اپنے دل میں یہ امیدیں قائم کر رہے ہیں۔ کہ وہ جماعت میں پھر کوئی فتنہ پیدا کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک علیحدہ اخبار "ینگ اسلام" اسی غرض سے جاری کیا ہوا ہے۔ اور ان کے بعض آدمی بھی وقتاً فوقتاً قادیان میں آتے اور بعض منافقین سے ملتے رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے دل میں پھر یہ خیال کرنے لگ گئے ہیں۔ کہ اس رنگ میں وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر میں یہ جانتا ہوں۔ کہ وہ یقیناً ناکام رہیں گے۔ پس چاہے وہ کتنا زور لگائیں۔ وہ

کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے

کیونکہ اللہ تعالےٰ کا وعدہ ہے۔ کہ وہ ان لوگوں کو ناکام کرے گا۔ اور یہ ہو کیونکر سکتا ہے۔ کہ یہ لوگ کامیاب ہو جائیں۔ جبکہ ان لوگوں کے کامیاب ہونے کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ناکام ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے جس مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا ہے اس میں آپ کی کھلی کھلی ہتک ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جتنی خصوصیات اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ غیر مبائعین ان سب کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ غیروں کے پیچھے نماز پڑھنا وہ جائز قرار دیتے ہیں۔ گو پڑھتے خود بھی نہیں۔ کیونکہ ان کے دل میں چور ہے۔ اور وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر خدا تعالےٰ نے ہم سے پوچھا تو ہم کہہ دیں گے۔ کہ ہم نے کبھی

غیروں کے پیچھے نماز

نہیں پڑھی۔ لیکن دوسروں کے ایمان پر ضرور ڈاکہ ڈالیں گے۔ اور انہیں کہیں گے۔ کہ غیروں کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینے کا معاملہ ہے۔ گو ان میں جتنے بڑے آدمی ہیں۔ انہوں نے آج تک کسی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہیں دی۔ مگر یوں کہتے رہتے ہیں۔ کہ غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینا جائز ہے۔ حالانکہ اگر جائز ہے تو دیتے کیوں نہیں؟ وہ اسی لئے نہیں دیتے۔ کہ جانتے ہیں۔ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت میں بیٹھنے والے لوگ زندہ ہیں۔ اور اگر ہم نے غیر احمدیوں کو اپنی لڑکیاں دینی شروع کر دیں۔ تو ایک طبقہ بغاوت اختیار کرے گا۔ بہرحال وہ کرتے وہی ہیں۔ جو ہم کرتے ہیں۔ مگر زبان سے یہ بھی کہے جاتے ہیں۔ کہ

غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینا جائز

ہے۔ مگر یہ عجیب جائز ہے۔ کہ ہے تو جائز مگر جماعت کے اکابر میں سے کوئی بھی اس پر عمل نہیں کرتا۔ ہم نے سہل الممتنع تو سنا ہوا تھا۔ مگر یہ حلال الممتنع اب سنا۔ کہ ایک بات حلال بھی ہے۔ مگر اسے عمل میں بھی نہیں لایا جاتا۔ غرض ان معاملات میں انہوں نے اپنی طرف سے ایسی پیچ لگا دی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو پرانے صحابی ہیں۔ وہ بھی اعتراض نہ کر سکیں۔ اور جو غیر احمدی ہیں۔ وہ بھی خوش ہو جائیں۔ لیکن یہ حملہ معمولی حملہ نہیں۔ بلکہ جب بھی ان کی جماعت سے ان لوگوں کا اثر دور ہوا۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اٹھائی ہوئی ہے۔ وہ اپنی ساری جماعت کو غیروں کے قدموں میں ڈال دیں گے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس قدر کوششیں اپنی جماعت کے قیام کے لئے کیں۔ غیر مبائعین ان تمام کو تباہ کرنے والے ہیں۔

پھر امت محمدیہ پر روحانیت کا دروازہ بھی انہوں نے بند کر دیا ہے۔ کیونکہ کہتے ہیں۔ کہ آج امتِ محمدیہ میں کوئی ایسا انسان نہیں ہو سکتا۔ جو وہ مقام حاصل کر سکے۔ جو پہلے لوگوں نے حاصل کیا۔ بظاہر وہ اس طرح ہم پر حملہ کرتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ امتِ محمدیہ کی ہتک کرتے ہیں۔ اور امتِ محمدیہ کی ہی نہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ امت محمدیہ کے لوگوں کے دلوں سے امید کا نکال دینا اسے قتل کر دینے کے مترادف ہے۔

انسان کی تمام زندگی امید پر

ہوتی ہے۔ تم کسی انسان کے دل سے امید نکال دو۔ اسکی تمام ترقی یک دم رُک جائے گی۔

مدت ہوئی۔ میں نے ایک کہانی پڑھی تھی۔ کہ فرانس کے کسی ہوٹل کا ایک باورچی تھا۔ جو دو تین ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ لیتا۔ اور اپنے فن میں اس قدر مہارت رکھتا۔ کہ دور دور سے لوگ اس ہوٹل میں آتے۔ اور اس کا پکا ہوا کھانا کھا کر محظوظ ہوتے۔ ایک دفعہ وہ بیمار ہوا۔ اور روز بروز کمزور ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اتنا کمزور ہو گیا۔ کہ چار پائی سے اُٹھ بھی نہ سکتا۔ ڈاکٹروں نے اسے دیکھا۔ تو کہا۔ کہ اب آہستہ آہستہ یہ اس رنگ میں کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ کہ اس کا نتیجہ سوائے موت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ اسکی بیماری کی تشخیص نہ کر سکے۔ صرف یہی کہتے تھے۔ کہ روز بروز کمزور ہو رہا ہے۔ اور یہ کمزوری چونکہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اسلئے زندگی کی اب زیادہ امید نہیں ہو سکتی۔ ایک دن اس ہوٹل کے منیجر نے ڈاکٹر سے بات کی۔ اور کہا۔ کہ کیا کوئی صورت اسکی زندگی کی نہیں ہو سکتی۔ ڈاکٹر نے کہا۔ کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس کے دل میں مایوسی پیدا ہو چکی ہے۔ کسی طرح تم اسکی مایوسی کو دور کر دو۔ تو اس کے اندر طاقت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی۔ منیجر نے کہا۔ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا۔ وہ کہنے لگا۔ میں نے اس سے باتیں کی ہیں۔ اور میں نے یہ معلوم کرنے کی بہت کوشش کی ہے۔ کہ آخر اسے کیا صدمہ ہے۔ جس کی وجہ سے یہ روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ بہت غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ باورچی کا جو فن تھا۔ اسے میں نے کمال تک پہنچا دیا ہے۔ اور اب چونکہ اس میں ترقی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے میرا دنیا میں کوئی کام نہیں رہا۔ اگر اس کے دل پر کسی طرح یہ اثر ڈال دیا جائے۔ کہ ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا۔ اور تم اس فن میں اور زیادہ ترقی کر سکتے ہو۔ تو ممکن ہے۔ اسکی یہ حالت بدل جائے۔ وہ منیجر

ذہین آدمی

تھا۔ اس نے یہ سنتے ہی فوراً اسسٹنٹ باورچی کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ فلاں جیلی جو یہ باورچی بنایا کرتا تھا۔ اور دوسرے اس کے خاص نسخوں کے مطابق پکنے والے کھانے اس کے لئے فوراً تیار کرو۔ اور یہ حکم دے کر وہ باورچی کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ ہم نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ آخری دفعہ ہوٹل کی طرف سے تمہاری ایک شاندار دعوت کر دی جائے۔ تم کہا کرتے ہو۔ کہ میں نے اپنے شاگرد کو تمام علم سکھا دیا ہے۔ اور کوئی کھانا ایسا نہیں رہا۔ جسکی تیاری کی ترکیب اسے نہ بتا دی ہو۔ اس رنگ میں نہ صرف تمہارے اس شاگرد کا امتحان ہو جائے گا۔ اور تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس نے تمہارا فن کہاں تک سیکھا۔ بلکہ ہوٹل کی طرف سے تمہاری دعوت بھی ہو جائے گی۔ پھر اس نے کہا۔ وہ جو تم جیلی تیار کیا کرتے تھے۔ اور جو پینتالیس ذائقوں والی ہوا کرتی تھی۔ میں نے وہ بھی تمہارے شاگرد کو تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح اور کھانے بھی تیار کر کے تمہارے سامنے لائے جائیں گے۔ تاکہ تم اندازہ لگا سکو۔ کہ اس نے یہ فن کہاں تک سیکھا ہے۔ اس نے کہا۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اس طرح مجھے بھی پتہ لگ جائے گا۔ کہ میرا ماتحت جیلی اور دوسرے کھانے کیسے پکاتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا آیا۔ اور جب اس نے دیکھا۔ کہ اسسٹنٹ باورچی جیلی تیار کر رہا ہے۔ تو اسکی نظر بچا کر اس نے ایک

تیز خوشبو

اس جیلی میں ڈال دی۔ تاکہ وہ بدمزہ ہو جائے۔ اور جب باورچی اسے کھائے۔ تو اسے یقین ہو جائے۔ کہ یہ کھانا پکانا پوری طرح سمجھا نہیں۔ اور میرے لئے دنیا میں ابھی کچھ کام باقی ہے۔ چنانچہ جب جیلی اور دوسرے کھانے تیار کر کے اس کے سامنے لائے گئے۔ تو اس نے پہلے جیلی اٹھائی۔ اور جب اسے کھانے لگا۔ تو چونکہ ایک تیز خوشبو کی وجہ سے وہ بدمزہ ہو چکی تھی۔ اس لئے اسے چکھتے ہی فوراً اُٹھ بیٹھا۔ اور بے تحاشا اس اسسٹنٹ باورچی کو گالیاں دینے لگ گیا۔ کہ نالائق تو نے

میری ساری عمر

کے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔ میں ہمیشہ تجھے کھانا پکانے کے طریق سمجھاتا رہا۔ اور میرا خیال تھا۔ کہ تو اس فن کو پوری طرح سیکھ گیا ہوگا۔ مگر آج مجھے معلوم ہوا۔ کہ تو جیلی پکانا جانتا ہی نہیں۔ تو نے میری ساری عمر کی محنت برباد کر دی ہے۔ اور تو بڑا ہی نالائق۔ اور نکما ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ یک دم چار پائی سے کودا اور کہنے لگا۔ میں سمجھ گیا۔ سمجھ گیا۔ میرے ذہن میں اب چھیالیس ذائقوں والی جیلی بنانے کی ترکیب آگئی ہے۔ اور یہ کہہ کر وہ باورچی خانہ کی طرف دوڑ پڑا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ اور اسے یہ خیال تک نہ رہا۔ کہ وہ کمزور یا بیمار تھا۔

یہ ہے تو کہانی۔ مگر دنیا میں اس قسم کے بیسیوں واقعات ملتے ہیں۔ تم

کسی کو مایوس کر دو

فوراً اس کے حالات بدل جائیں گے۔ اور اگر کسی کے دل میں امید پیدا کر دو۔ تو اسی وقت اسکی اور حالت ہو جائے گی۔ روٹی وہی ہوگی۔ جو انسان روزانہ کھاتا ہے۔ پانی وہی ہوگا۔ جو انسان روزانہ پیتا ہے۔ ہوا وہی ہوگی۔ جو انسان روزانہ استعمال کرتا ہے۔ لباس وہی ہوگا۔ جو انسان پہنتا ہے۔ لیکن اگر کسی اچھے بھلے انسان کو تم کہدو۔ کہ آج شام تک تم مر جاؤ گے۔ تو باوجود اس کے کہ کھانا وہی ہوگا۔ پینا وہی ہوگا۔ ہوا وہی ہوگی۔ لباس وہی ہوگا۔ اسکی حالت غیر ہو جائے گی۔ اور وہ شام سے پہلے ہی مرنے لگ جائے گا۔

اسی طرح ایک انسان مایوس بیٹھا ہو۔ اسی کی طاقت زائل ہو چکی ہو۔ اور وہ سخت فکر میں مبتلا

ہو۔ فرض کرو۔ وہ کوئی مقروض ہے۔ اور قرض کی وجہ سے اس کا دیوالہ نکل رہا ہے۔ اور اس بات کا فکر اسے کھائے جا رہا ہے۔ تو اس وقت اگر تم اسے جھوٹ موٹ بھی کہدو۔ کہ فلاں شخص تمہارے لئے روپیہ لا رہا ہے۔ تو اس کے چہرہ پر خون دوڑنے لگ جائے گا۔ اور اس کا کمزور اور پژمردہ جسم طاقت پکڑنے لگ جائے گا۔ تو دنیا میں

تمام کام امید سے ہوتے ہیں

اگر ایک جماعت کو تم یہ کہہ دو۔ کہ تم ہو تو تمام جماعتوں کی سردار۔ مگر تمہارے لئے وہ درجات مقدر نہیں۔ جو پہلوں کو مل چکے۔ بلکہ تم ہمیشہ پچھڑی رہو گے۔ تو یہ اس جماعت کو قتل کر دینے کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ تم اس کی امید کے پہلو کو کچل دیتے ہو۔ لیکن اگر تم ان کو یہ کہو۔ کہ ہمارا رسول سب رسولوں سے افضل ہے۔ اور تم جو اس رسول کی بہترین امت ہو۔ اپنے رسول کی پیروی سے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی انعامات حاصل کر سکتے ہو۔ بلکہ تم ان انعامات کو بھی حاصل کر سکتے ہو۔ جو پہلے نبیوں کو ملے۔ تو ان کی ترقی کی رفتار میں غیر معمولی تیزی پیدا ہو جائے گی۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کہ ؎

تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

کہ اے رسول بے شک میں نے ایسا دعوےٰ کیا ہے۔ جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور بے شک وہ حیرت سے مجھے کہتے ہیں۔ کہ ایک امتی ایسا اعلیٰ مقام کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اے محمد رسول اللہ صلعم یہ تعجب کی کوئی بات نہیں۔ تو جب تمام نبیوں سے آگے رہنے والا رسول ہے۔ تو تیرے پیچھے چلنے والا سپاہی بھی تو دوسروں سے آگے ہی رہے گا۔ تو یہ

امید کو کچلنے اور امنگ کو مٹا دینے والی قوم

ہے۔ آج بے شک وہ شکست خوردہ مسلمانوں سے اپنی تعریف کروالیں۔ آج بے شک وہ مایوس مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کر لیں۔ لیکن جب ترقی کے میدان میں بڑھنے والی اور اپنے دلوں میں امنگیں اور ولولے رکھنے والی قومیں آئیں گی۔ تو وہ ان لوگوں کو سخت ملامت کریں گی۔ اور کہیں گی۔ کہ انہوں نے لوگوں کی ترقی کے راستے روک دیئے۔ حالانکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو ترقی دینے کے لئے آئے تھے۔ نہ کہ ان کی ترقی کو روکنے کے لئے۔ پھر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ

انہوں نے کس قدر گرا دیا۔ خلافت کے زمانہ کے شروع میں جب آپس میں بحثا بحثی ہوئی۔ تو ان کے ایک مضمون نگار نے لکھا۔ کہ بھلا یہ بھی کوئی جھگڑے کی بات ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ کیا ہے؟ آؤ ہم بتائیں۔ کہ آپ کا کیا درجہ ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ خلفاء اربعہ کے بعد سب سے افضل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ گویا ابوبکر رضؓ بھی بڑے۔ عمر رضؓ بھی بڑے۔ عثمان رضؓ بھی بڑے۔ علی رضؓ بھی بڑے۔ ہاں حضرت علیؓ کے بعد آپ کا مقام ہے۔ پھر اس نے لکھا۔ جیسے کسی نے کہا ہے۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اسی طرح ہم آپ کے متعلق کہہ سکتے ہیں۔ کہ ؎

بعد از علی بزرگ توئی قصہ مختصر

کہ قصہ مختصر یہ ہے۔ کہ علیؓ کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا درجہ ہے۔ لیکن اگر یہ کسی ایسے ملک میں چلے جائیں۔ جس پر سید عبد القادر صاحب جیلانیؒ کے ماننے والوں کا غلبہ ہو۔ یا حضرت امام مالک رح کے ماننے والوں کا غلبہ ہو۔ یا حضرت امام ابو حنیفہ رح کو ماننے والوں کو حکومت حاصل ہو۔ تو یہ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہہ دیں گے۔ کہ ؎

بعد از سید عبد القادر بزرگ توئی قصہ مختصر

یا ؎

بعد از امام مالک بزرگ توئی قصہ مختصر

یا ؎

بعد از امام ابو حنیفہ بزرگ توئی قصہ مختصر

یہ تو کثرت اور طاقتور لوگوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ جیسے لوگ دیکھے۔ ویسی بات کہہ دی۔ گویا نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بوڑھی ہیں۔ کہ جو گھر ہؤا۔ اس کے آگے اسے کھڑا کر دیا۔ غرض ان کا اصل مقام مقامِ تنقیص ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انہوں نے تنقیص کر دی کیونکہ یہ کہہ دیا۔ کہ ان کی قوت قدسیہ سے کوئی اعلیٰ شاگرد پیدا نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیص انہوں نے کر دی۔ کیونکہ آپ کے متعلق کہہ دیا۔ کہ ؎

بعد از علی بزرگ توئی قصہ مختصر

امت محمدیہ کی تنقیص انہوں نے کر دی۔ کیونکہ کہہ دیا۔ کہ اس امت میں سے کسی کو کوئی بلند روحانی مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ غرض

ان کا کام تباہی اور بربادی ہے

اور تعریف اپنی یہ کرتے ہیں۔ کہ ہم غلو کرنے والے نہیں۔ حالانکہ جس طرح غلو کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ اسی طرح تنقیص کرنے والا بھی گنہگار ہوتا ہے۔ اگر کوئی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کہہ دے تو وہ بھی ویسا ہی گنہگار ہوگا۔ جیسے خدا کے متعلق کوئی کہہ دے۔ کہ وہ بندہ ہے۔

پس غلو اور تنقیص دونوں ہی گناہ ہوتے ہیں۔ اور جیسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کہنا گناہ ہے۔ اسی طرح خدا کو بندہ کہنا بھی گناہ ہے۔ غرض ان کا فتنہ جب بھی سر اٹھائے گا۔ امت محمدیہ کے لئے تباہی کا موجب بنے گا۔ کیونکہ یہ اپنے عمل سے غیر احمدیوں کو ہدایت سے محروم رکھتے ہیں۔ اور جب انہیں کہتے ہیں۔ کہ تم بھی اچھے اور نیک ہو۔ تو نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ سست ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے دل میں جو جوش پیدا ہونا چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جلدی قبول کریں۔ وہ پیدا نہیں ہوتا۔

پس یہ فتنہ معمولی نہیں۔ اور چونکہ آج کل پھر ان لوگوں میں ایک جوش نظر آتا ہے۔ اسلیئے میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ جماعت کو

ہر جگہ غیر مبایعین کا مقابلہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے

اس کے متعلق سب سے پہلے میں تمام جماعتوں کو یہ ہدایت کرتا ہوں۔ کہ ہر جماعت میں ایک سکرٹری اصلاح مابین کے کام کے لئے مقرر کیا جائے۔ جس کا یہ فرض ہو۔ کہ وہ ان لوگوں سے ملے جلے۔ انہیں تبلیغ کرے۔ پرانا لٹریچر مہیا کرے۔ اور جماعت کو اس لٹریچر سے آگاہ کرے۔ مجھے حیرت آتی ہے جب میں دیکھتا ہوں۔ کہ بعض نئے لوگ جو سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ اس

لٹریچر کا مطالعہ

نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہی سوالات جو بیسیوں دفعہ حل ہو چکے ہیں وہ پھر پیش کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان کا جواب دیجیئے۔ حالانکہ ان سوالات کے متواتر جواب دیئے جا چکے ہیں۔ اور وہ ان جوابات کے بعد خاموش ہو چکے ہیں۔ لیکن اب اٹھارہ بیس سال کے بعد ان میں پھر جوش پیدا ہؤا ہے۔ اور وہ وہی سوالات دُہرانے لگ گئے ہیں۔ جن کے بیسیوں مرتبہ نہایت مسکت جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ پس ایک تو

ہر جگہ ایک سیکرٹری مقرر کیا جائے

جس کا یہ فرض ہو۔ کہ وہ ان لوگوں سے ملے جلے انہیں تبلیغ کرے۔ لٹریچر مہیا کرے۔ اور اس لٹریچر کو نہ صرف خود پڑھے۔ بلکہ دوسروں کو بھی پڑھنے کی تاکید کرے۔ اور ایسے آدمی تیار کرے۔ جو ان لوگوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اور جنہیں تمام ضروری حوالے اچھی طرح یاد ہوں۔

دوسرے میں جماعتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں۔ کہ

جہاں جہاں غیر مبایعین موجود ہیں

وہ ان کی لسٹیں مجھے بھجوا دیں۔ تاکہ براہ راست ان کو مرکز سے بھی تبلیغی لٹریچر بھجوایا جا سکے۔ یہ کام بہت جلد ہو جانا چاہیئے۔ اور اس میں کسی قسم کے تساہل اور سستی سے کام نہیں لینا چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ جو جماعتیں کام کرنے کی روح اپنے اندر روح رکھتی ہیں۔ وہ اس قسم کی لسٹوں کے بھجوانے میں دیر نہیں لگائیں گی۔ اور فوراً اپنے اپنے مقام کے پیغامیوں کے ناموں اور ان کے مکمل پتوں سے بھی مجھے اطلاع دیں گی۔ اگر انہیں صرف اتنا معلوم ہو۔ کہ فلاں شہر یا گاؤں میں چند پیغامی رہتے ہیں۔ تو وہ اتنا ہی لکھ دیں۔ کہ فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں بعض پیغامی رہتے ہیں۔ ہم خود کسی آدمی کو بھیج کر ان کے ناموں اور پتوں کی اطلاع حاصل کر لیں گے۔ بہرحال تمام جماعتیں اپنے اپنے مقام پر غیر مبایعین کا اچھی طرح پتہ لگائیں۔ اور جہاں بھی انہیں کسی غیر مبائع کا علم حاصل ہو۔ اس کے نام اور پتہ سے مجھے اطلاع دیں۔ اور اس قسم کی لسٹیں جلد سے جلد تیار کر کے مجھے بھجوائی جائیں۔ خصوصیت سے میں

لاہور کی جماعت

کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ فوراً ایک جلسہ منعقد کریں۔ اور اپنے آدمیوں میں سے پچاس ساٹھ۔ ستر یا سو ایسے آدمی تیار کریں۔ جو غیر مبایعین میں سے ایک ایک دو دو کو اپنے سامنے رکھ کر انہیں تبلیغ کرنی شروع کر دیں۔ لاہور کی جماعت [illegible]۔ اور اس لحاظ سے تمام جماعتوں میں سے پہلا فرض اس کا ہے۔ کہ وہ غیر مبایعین کو تبلیغ کرنے میں حصہ لے۔ لاہور کی جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو غیر مبایعین کے متعلق بکثرت حوالے جانتے ہیں۔ ایک ہمارے دوست میاں محمد سعید صاحب سعدی مرحوم ہؤا کرتے تھے۔ وہ تو غیر مبایعین کے متعلق حوالجات جمع کرنے اور نکالنے کے فن میں اتنے ماہر تھے۔ کہ انہوں نے اس فن کو کمال تک پہنچایا ہؤا تھا۔ سید دلاور شاہ صاحب گو بیمار ہیں۔ مگر ان کو بھی بہت سے حوالے یاد ہیں۔ اسی طرح عبد العزیز صاحب مغل جو سعدی مرحوم کے بڑے بھائی اور میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے بیٹے ہیں۔ انہیں بھی بہت سے حوالے یاد ہیں۔ اسی طرح لاہور کے اور نوجوانوں کو اگر منظم کیا جائے۔ تو ان میں سے پچاس ساٹھ بلکہ سو ایسے نوجوان مل سکتے ہیں۔ جو غیر مبایعین میں [illegible] تبلیغ کر سکتے ہیں۔ اور میرا یہ ہمیشہ سے تجربہ ہے۔ کہ جب کبھی ہم نے غیر مبایعین کی طرف توجہ کی ہے۔ ان میں سے کئی لوگوں کو ہدایت حاصل ہوئی ہے۔ اور وہ غیر مبایعین میں سے نکل کر ہم میں شامل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ لاہور میں ہی گذشتہ چند سال کے عرصہ میں ملک غلام محمد صاحب۔ اور ڈاکٹر غلام حید صاحب انہی لوگوں میں سے نکل کر میری بیعت میں شامل

ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ دنیوی لحاظ سے بھی اور سمجھ کے لحاظ سے بھی اور ایمانی جوش کے لحاظ سے بھی اچھے ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں۔ کہ اگر یہ لوگ غیر مبائعین میں سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ تو اور لوگ اگر ہم ان کی طرف توجہ کریں۔ تو ہمارے ساتھ شامل نہ ہوں۔ پس میں لاہور کی جماعت کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اپنے آپ کو منظم کر کے اس قسم کی لسٹیں مجھے جلد بھجوائے۔ جن میں یہ صراحت ہو۔ کہ انہوں نے اس غرض کے لئے فلاں فلاں آدمی مقرر کر دیئے ہیں۔ اسی طرح جو مفید اور کارآمد حوالے ہوں۔ وہ سب لوگوں کو لکھا دینے چاہئیں۔ تاکہ وقت پر وہ ان کے کام آسکیں۔ اس کے ساتھ ہی میں مرکز میں

نظارت دعوۃ و تبلیغ

کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ اس قسم کے علماء اور انگریزی خوانوں کی ایک لسٹ تیار کرے۔ جو غیر مبائعین کے متعلق مفید مضامین لکھ سکتے ہوں اور پھر انہیں اخباروں اور رسالوں میں مضامین لکھنے کی تحریک کرے۔ مگر میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ خواہ غیر مبائعین کے متعلق مضامین لکھے جائیں۔ خواہ انہیں زبانی تبلیغ کی جائے۔ دوستوں کو

محبت اور پیار سے کام لینا چاہیئے

اور کبھی بھی سختی نہیں کرنی چاہیئے۔ یاد رکھو۔ سختی سے تم دوسرے کو چپ کرا سکتے ہو۔ سختی سے تم دوسرے کو شرمندہ کر سکتے ہو۔ سختی سے تم دوسرے کو ذلیل کر سکتے ہو۔ مگر سختی سے تم دوسرے کے دل کو فتح نہیں کر سکتے۔ اگر تم دل فتح کرنا چاہتے ہو۔ تو تمہارے اپنے دل میں یہ اخلاص اور درد ہونا چاہیئے۔ کہ میرا ایک بھائی گمراہ ہو رہا ہے۔ اسے کسی طرح میں ہدایت پر لاؤں۔ جب تک یہ احساس اور یہ جذبہ تمہارے اندر نہ ہوگا۔ کہ جو شخص گمراہ ہو رہا ہے۔ وہ تمہارا پیارا ہے۔ تمہارا بھائی اور تمہارا عزیز ہے۔ اور یہ کہ اس کا دکھ تمہارا دکھ ہے اور اس کی تکلیف تمہاری تکلیف ہے۔ اس وقت تک تمہاری تبلیغ مؤثر نہیں ہو سکتی۔ چاہے بظاہر تمہیں وہ شاندار معلوم ہو۔ اور چاہے بظاہر جب تم مضمون لکھو۔ تو لوگ کہیں۔ کہ خوب مضمون لکھا۔ کیونکہ کامیابی یہ نہیں۔ کہ لوگ تمہاری تعریف کریں۔ بلکہ کامیابی یہ ہے۔ کہ دوسروں کی ہدایت کا موجب بنو۔ پس جو مضمون لکھنے والے ہیں۔ انہیں بھی میں کہتا ہوں۔ کہ سنجیدگی اور محبت سے مضامین لکھو۔ اور جو زبانی تبلیغ کرنے والے ہوں۔ انہیں بھی میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ سنجیدگی اور محبت سے تبلیغ کرو۔ اسی طرح جو سیکرٹری مقرر ہوں۔ ان سے میں یہ کہتا ہوں۔ کہ جب انہیں مرکز سے ٹریکٹ وغیرہ بھجوائے جائیں۔ تو وہ محنت سے انہیں غیر مبائعین کے گھروں تک پہنچائیں۔ تا ان میں سے جو سعید لوگ ہیں۔ وہ سلسلہ کی طرف توجہ کریں۔ درحقیقت اب جو ان میں بیداری پیدا ہوئی ہے۔ یہ ہماری بے توجہی پر

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہہ

ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس رنگ میں ہمیں سمجھایا ہے۔ کہ تم ان لوگوں کو تھوڑے سمجھ کر اپنے فرض سے غافل ہو رہے تھے۔ اب دیکھ لو۔ پھر ان میں بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اور پھر اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ تم اپنی غفلت کو دور کرو۔ اور ان لوگوں کی طرف محبت اور پیار سے توجہ کرو۔ پس جماعت کو درد اور اخلاص کے ساتھ ان لوگوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور میں جماعت کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر ہماری جماعت اس طرف توجہ کرے گی۔ تو اسے

یقیناً کامیابی حاصل ہوگی

میں نے متواتر رؤیا میں دیکھا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب میرے پاس آئے ہیں۔ اور وہ نہایت محبت اور اخلاص سے مجھے ملے ہیں۔ اس خواب کے مطابق ظاہری رنگ میں مولوی محمد علی صاحب آئیں یا نہ آئیں۔ اس کی یہ تعبیر تو ظاہر ہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہمراہیوں یا ان کے خاندان کے لوگوں میں سے بعض کو کھینچ کر ہماری طرف لائے گا۔ اور وہ خواہ کتنا ہی شور مچائیں۔ فتح ہماری ہی ہوگی۔ پس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ آپ جب بھی اٹھے۔ فتح آپ کی ہی ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور مقدر یہی ہے۔ اور خدا جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ تو بندے خواہ کتنی ہی دولت و ثروت رکھنے والے ہوں۔ کتنے ہی اچھے بولنے والے ہوں۔ کتنا ہی اثر اور اقتدار رکھنے والے ہوں۔ ہوتا وہی ہے۔ جو خدا کا منشاء ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو مقابلہ پر ہوتے ہیں۔ اس طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ جس طرح ہنڈیا کا جوش ابلنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ پس خواہ وہ قادیان پر حملہ کریں۔ خواہ وہ ہمارے مرکز میں آئیں۔ خواہ وہ ہمارے خلاف ٹریکٹ اور کتابیں شائع کریں۔ اور خواہ ہمارے خلاف وہ اخبارات شائع کریں۔ جس وقت ہماری طرف سے جواب شروع ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا یہی نتیجہ نکلے گا۔ کہ ہم انہیں کھینچ کر لے آئیں گے۔ اور وہ منہ دیکھتے کے دیکھتے رہ جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ وما ذالک علی اللہ ببعید و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

پیغامی مشن!

غیر مبائعین کے عقائد پر شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی کاری ضرب

غیر مبائعین کی بھی عجیب حالت ہے۔ اگر ان کے سامنے ان کی اپنی ہی اختلاف سے قبل یعنی ۱۹۱۴ء سے پہلے کی تحریرات پیش کی جاتی ہیں۔ جو ہم مبائعین اور غیر مبائعین میں حق و باطل کا فیصلہ کر دیتی ہیں تو ان کے امیر کہہ دیتے ہیں۔ کہ :-

"میری یا زید یا بکر کی تحریر کوئی حجت شرعی نہیں"۔ (ضروری نوٹ "سرورق النبوۃ فی الاسلام)

گویا ایک طرف تو وہ یہ تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان کی بعض ایسی تحریرات ہیں۔ جو ان کے موجودہ عقائد کے خلاف پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر وہ ان کو اب اپنے لئے "حجت" قرار نہیں دیتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ عوام کو اس مغالطہ میں مبتلا کرنے کے لئے کہ ان کے ۱۹۱۴ء سے پہلے اور بعد کے عقائد میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور نہ کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ یہ بھی اعلان کرتے ہیں۔ کہ :-

"میں پہلے بھی اسی پر قائم تھا۔ اب بھی اسی پر قائم ہوں"۔ (ٹریکٹ "میری تحریر میں لفظ نبی کا استعمال ص۱" مورخہ ۱۶ ؍ جنوری ۱۹۱۸ء)

بہر کیف یہ غیر مبائعین اور ان کے امیر کی حالت ہے۔ لیکن ہمارے مقابل پر وہ بعض اوقات ایسے لوگوں کی تحریرات بھی پیش کر کے ہمیں ملزم بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ حق یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی تحریرات اگرچہ ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ تو مخالفین کی ہیں۔ لیکن غیر مبائعین کو تو ان سے کوئی راہ فرار نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان کی حقانیت کا بھی ساتھ ہی دعوے کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی ضمن میں ایک تازہ مثال پیش کی جاتی ہے۔

غیر مبائعین کا اخبار "ینگ اسلام" جو آجکل شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے لئے، ہمارے خلاف مضامین کی اشاعت کے واسطے وقف ہے۔ اس کے ۱۵ ؍ مارچ ۱۹۴۰ء کے پرچہ کے ص۶ پر ان کے "مولانا مرتضیٰ خاں صاحب کا مکتوب گرامی" دوہرے جلی عنوان کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہے :-

"مصری صاحب کی تحریر جہاں ایک طرف نہایت مدلل اور موجہ ہوتی ہے۔ دوسری طرف اس میں حقانیت اور سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ وہ جذبات سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ دلائل اور براہین سے ...... مصری صاحب جب کسی مسئلہ پر قلم اٹھاتے ہیں۔ تو اس کے مالہ و ماعلیہ پر کماحقہ روشنی ڈالتے ہیں۔ فی الحقیقت مصری صاحب کے مضامین علم کا ذخیرہ ہوتے ہیں"۔

ایسا ہی ایک اور صاحب نے مصری صاحب کی شان میں لکھا ہے :-

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دونوں جماعتوں کے لئے ان کے قلب میں اتنی تڑپ اور درد موجود ہے۔ کہ جسے معرض تحریر میں لایا ہی نہیں جا سکتا۔ آہستہ آہستہ ان کے یہ اعلیٰ اور بلند جذبات ینگ اسلام کے صفحات پر قارئین کرام مطالعہ فرماتے رہیں گے"۔

(ینگ اسلام یکم جنوری ۱۹۴۰ء ص۵)

اگر غیر مبائعین کے "ینگ اسلام" کی یہ تحریریں حق و راستی پر مبنی ہیں۔ تو غیر مبائعین امور ذیل پر غور کریں۔ کیونکہ وہ اس شخص کے پیش کردہ ہیں۔ جس کے قلب میں ان کے نزدیک انتہائی درد اور تڑپ ان کے لئے موجود ہے۔ اور جس کی تحریرات میں بقول ان کے "حقانیت اور سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے"۔ اور وہ تحریریں بھی "دلائل اور براہین" کے ساتھ ہوتی ہیں۔ پس امید ہے۔ کہ غیر مبائعین اپنے مسلمہ "تڑپ اور درد" رکھنے والے شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کی ذیل کی باتوں پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے فائدہ حاصل کریں گے۔

۱۔ شیخ مصری صاحب اپنے ایک ٹریکٹ "جماعت کو خطاب" کے صفحہ ۲ پر جماعت مبائعین سے خارج ہونے کے باوجود سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"دنیا میں کوئی ایسی جماعت نہیں۔ جو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے صحیح عقائد و تعلیم پر قائم ہو۔ بجز اس جماعت کے جس نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا ہوا ہے۔"

مصری صاحب کی اس عبارت نے ہمارے اور غیر مبایعین کے درمیان حق و باطل کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کیونکہ اس میں نہ صرف وابستگانِ خلافت ثانیہ کے تمام معتقدات کی صحت کا اقرار کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تعلیم پر کاربند ہونے کا بھی کھلے الفاظ میں اعتراف کیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے غیر مبایعین کے تمام دعاوی کا بطلان اور ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر کاربند نہ ہونا بھی روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا گیا ہے۔

پس اے ہمارے بچھڑے ہوئے غیر مبائع بھائیو! جب آپ اپنے قلم سے مصری صاحب کی تحریرات کو "درد اور تڑپ" رکھنے والے دل سے لکھی ہوئی تسلیم کرتے اور ان کو بوجہ مدلل اور مبرہن ہونے کے "حقانیت" سے پُر مانتے ہیں۔ تو خدارا غور کریں۔ کہ کیا اب آپ کو ایسے ناصح کی باتوں کے بعد بھی جماعت مبایعین کے حق و راستی پر ہونے میں کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے

۲۔ مندرجہ بالا حوالہ میں اگرچہ شیخ مصری صاحب نے ہم مبایعین کے جملہ عقائد کی صحت کا اقرار اور غیر مبایعین کے معتقدات کی بطالت کا اظہار کر دیا ہے۔ مگر اس جگہ بطور نمونہ بھی کچھ ذکر کر دیا جاتا ہے۔

غیر مبایعین کا عقیدہ یہ ہے۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں:۔

"ہم لوگ تو سرے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خلافت کے ہی قائل نہیں۔ یعنی ہم اس امر کو نہیں مانتے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے بعد بھی خلفاء کا سلسلہ اسی طرح چلے گا۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے بعد چلا تھا۔" (ینگ اسلام ۱۵ر مارچ ۱۹۴۰ء صفحہ ۶)

لیکن غیر مبایعین کے "اعلیٰ اور بلند جذبات" رکھنے والے حضرت ناصح شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری لکھتے ہیں:۔

"میں خلافت کا قائل ہوں۔ جو لوگ مجھے خلافت کا منکر قرار دے رہے ہیں۔ وہ میری مندرجہ بالا تحریر کو غور سے پڑھیں۔" (ٹریکٹ "جماعت کو خطاب" صفحہ ۳ مورخہ ۱۳ر جولائی ۱۹۳۷ء)

اب غیر مبایعین بتائیں۔ کہ اگر مصری صاحب کی تحریریں واقعی مدلل اور مبرہن ہونے کی وجہ سے جو جماعت کے لئے "درد اور تڑپ رکھنے والے دل سے لکھی گئی ہیں۔ "حقانیت" سے بھری ہوئی ہیں۔ تو کیا مصری صاحب کے اس عقیدہ کے ساتھ غیر مبایعین بھی اب اتفاق کرنے کو آمادہ ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو مصری صاحب کے مضامین کی نسبت غیر مبایعین کا یہ لکھنا کہ وہ مدلل و مبرہن اور "حقانیت" سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس سے کیا مطلب و مراد ہے؟ کیونکہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ اگر مصری صاحب کے وہ دلائل سچے ہیں۔ تو ان کو قبول کرنا غیر مبایعین کا اولین فرض ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ خود ان کے مسلمہ بزرگ کے قلم سے لکھے ہوئے "اعلیٰ اور بلند جذبات" ہیں۔ لیکن اگر وہ دلائل سچے اور درست نہیں۔ تو پھر غیر مبایعین کا یہ لکھنا کہ مصری صاحب کے مضامین "اعلیٰ اور بلند جذبات" "علم کا ذخیرہ یا وہ ایسے "دلائل و براہین" ہیں۔ کہ جن میں "حقانیت اور سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔" یہ انتہائی غلطی اور مغالطہ دہی ہے۔ اور اس صورت میں "مولنا مرتضیٰ خاں صاحب کا مکتوب گرامیؔ" جو "ینگ اسلام" میں دوہرے جلی عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کی تردید اور تغلیط بھی جلی عنوانات سے شائع کر دینی چاہیئے۔

امید ہے۔ کہ غیر مبائع اصحاب اپنے حضرت ناصح کے "دلائل اور براہین" سے پُر اور مبنی بر "حقانیت" مضامین سے خود بھی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ تاکہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے۔ کہ غیر مبایعین کے مصری صاحب کی حمایت میں مضامین "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور۔ اور دکھانے کے اور" سے بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی مولوی فاضل دار الفضل قادیان۔

پیامی مشن!

مصری صاحب کی کتاب ذرّیت مبشّرہ پر سرسری نظر

(۵)

تو مپندار کہ ایں قصہ بخود میگویم
گوش نزدیکِ لبم آر کہ آوازے ہست

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۷ پر فرماتے ہیں۔

"میرا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا۔ اور مخالفوں نے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ اس لڑکے کے مرنے پر (یعنی بشیر اول ۔ ناقل) بڑی خوشی ظاہر کی تھی۔ تب خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا۔ کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کا نام محمود ہوگا۔ اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا دکھایا گیا۔"

احباب کرام! مصری صاحب نے اپنی کتاب "شان مصلح موعود" میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض اور بشارات کا مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو تسلیم کیا ہے۔ وہاں بشیر اول کے "عوض" میں جس لڑکے کے ملنے کی بشارت خدا تعالیٰ کی طرف سے کشف میں دی گئی۔ اسے بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر چسپاں کرنے کے لئے شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری مجبور ہو گئے ہیں۔ میں نے مصری صاحب پر اتمام حجت کرتے ہوئے لکھا۔ کہ جب آپ نے یہ تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بشیر اول کے عوض پیدا ہوئے ہیں۔ تو آپ کے لئے ضروری ہے۔ کہ کم از کم وہ صفات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میں ضرور تسلیم کریں۔ جن کا حامل بشیر اول تھا۔ اور چونکہ بشیر اول کو الہامات الٰہیہ میں "پاک یعنی معصوم۔ عمنوائیل۔ بشیر۔ مقدس روح کا مالک۔ رجس سے پاک۔ اللہ کا نور۔ آسمان سے آنے والا مبارک" اور "شاہد۔ مبشر۔ نذیر۔ چراغ دین۔ حبیب۔ خدا با ماست۔ رحمت حق با ماست۔ ید اللہ۔ بجلال و جمال۔ جاءک النور وھو افضل منک نور اللہ" قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے خدا تعالے کا ایسے بشیر اول کی وفات پر اس کے عوض میں ایک لڑکا دینے کا وعدہ بجز اس کے اپنے اندر کچھ مفہوم نہیں رکھتا۔ کہ یہ لڑکا ضرور ان صفات کا حامل ہوگا۔ جن کا حامل بشیر اول تھا۔ اور ضروری ہے۔ کہ عوض میں ملنے والا لڑکا ضرور وہ صفات اپنے اندر رکھتا ہو۔ جو بشیر اول میں فطری طور پر موجود تھیں۔ کیونکہ بقول مصری صاحب بشیر اول کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خدا کی طرف سے بشیر اول کا عوض بطور "تعزیت" اور "تسلی" کے قرار دیا گیا ہے۔ پس ہر عقل سلیم اس بات کو ماننے کے لئے مجبور ہو گی۔ کہ جب خدا تعالیٰ کسی نبی کو اس کے لڑکے کی وفات پر بطور تعزیت اور تسلی اس کے عوض ایک لڑکا دینے کی پیشگوئی فرمائے۔ اور پہلے لڑکے کی صفات بھی اس نے الہامات میں بیان فرما دی ہوں۔ تو خدا تعالیٰ کا وہ نبی تبھی تسلی پا سکتا ہے۔ جبکہ یہ موعود عوض کم از کم مرحوم لڑکے کی صفات کا ضرور حامل ہو۔ کیونکہ اگر عوض میں ملنے والا لڑکا پہلے لڑکے کی صفات سے متصف نہ ہو۔ تو خدا تعالےٰ کی طرف سے اسے پہلے لڑکے کا عوض قرار دیا جانا ایک مضحکہ خیز امر بن جاتا ہے۔ اور یہ بات ایسی ہی بن جاتی ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص کسی شخص سے کھرا روپیہ لے کر اس کے عوض میں اسے کھوٹا روپیہ دے کر یوں تسلی دینا چاہے۔ کہ میں نے تمہیں روپیہ کے بدلے روپیہ دے دیا ہے۔

یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ جو خاکسار نے مصری صاحب کے سمجھنے کے لئے پیش کی تھی۔ مجھے نہایت خوشی ہوتی۔ اگر میں محسوس کرتا۔ کہ مصری صاحب نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور اب وہ حقیقت کو پا چکے ہیں۔ مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہ جب میں نے یہ دیکھا۔ کہ اب مصری صاحب اس عام اور عام فہم دلیل کو بھی نہیں سمجھتے۔ اور یا اگر سمجھتے ہیں۔ تو عمدًا اس کے قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں۔ کاش انہیں حق سے واسطہ ہوتا۔ اور صداقت کو قبول کرنے میں انہیں کوئی عار نہ محسوس ہوتی۔ چنانچہ مصری صاحب نے اس دلیل پر بھی اپنا "عالمانہ" اور "مدلل" مضمون تحریر کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب ذریت مبشرہ کے صفحہ ۳۳ پر ایک عنوان "میرا عوض تسلیم کرنا مجھ پر حجت نہیں ہو سکتا" تجویز کیا ہے۔ اور اس کے تحت میں رقمطراز ہیں:۔

"جبکہ میں نے اپنی کتاب "شان مصلح موعود" میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ کہ بشیر اول کے عوض دو وجود ہیں۔ ایک محض لڑکے کے عوض لڑکا ہونے کے لحاظ سے۔ اس کا مصداق جناب خلیفہ صاحب مکرم ہیں۔ اور دوسرا وہ جو اس کی صفات کا وارث ہوگا۔ اور وہی مصلح موعود ہوگا۔" صفحہ ۳۶۔ اور پھر آگے لکھتے ہیں۔

"کیا یہ حسرت کا مقام نہیں۔ کہ اس صراحت کی موجودگی

ہی میرے ہی کلام سے مجھ پر حجت قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن مذکورہ بالا صراحت کی موجودگی میں میرا جناب خلیفہ صاحب مکرم کو بشیر اول کا عوض تسلیم کرنا تو کسی عقلمند کے نزدیک مجھ پر حجت نہیں ہو سکتا۔"

مصری صاحب پیران کا قول حجت ہونا چاہیئے

چلو چھٹی ہوئی۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ جناب شیخ صاحب! عقلمندوں کے نزدیک تو ضرور آپ کا یہ قول کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بشیر اول کا عوض ہیں۔ آپ پر حجت ہونا چاہیئے۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ میں نے لکھا ہے۔ میں نے محض ایک لڑکے کے بدلے لڑکا ہونے کے لحاظ سے لکھا ہے۔ مگر جناب والا! خدا کے ایک مقدس نبی کو خدا کی طرف سے ایک پاکیزہ اور پاک چیز کے عوض ناپاک چیز نہیں مل سکتی۔ اور نہ کھرے کے عوض کھوٹا مل سکتا ہے۔ اگر کوئی عقل کا دشمن ایسا کر بیٹھے تو کر بیٹھے۔ مگر کوئی صحیح الدماغ انسان تو یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے کسی نبی کو ایک مقدس لڑکے کی جگہ ناپاک لڑکا دے۔ اور کوئی روحانیت سے عاری بدقسمت انسان ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک مقدس لڑکے کے عوض میں ملے ہوئے لڑکے کو ناپاک قرار دے سکتا ہے۔ کاش مصری صاحب ٹھنڈے دل سے ان حقائق پر غور کریں۔ مصری صاحب اپنے قول کو اپنے پر حجت سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ مگر ہمارے اس سمجھا دینے پر کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشیر اول کا عوض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو قرار دیا جانا بالضرور یہ مفہوم رکھتا ہے۔ کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بشیر اول کی طرح "نور اللہ" "رجس سے پاک" اور "مقدس روح کا مالک" ہیں۔ ضرور خدا تعالیٰ کے حضور ملزم گردانے جائیں گے۔ اگر وہ اپنی ماؤف ذہنیت کی وجہ سے (جو اتنی موٹی موٹی باتوں کو سمجھنے سے بھی قاصر ہیں) ہماری باتوں کو تسلیم نہ کریں۔ تو نہ کریں۔ ان کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا کام تو سمجھانا ہی تھا۔ کہ جناب شیخ مصری صاحب آپ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خدا تعالیٰ کی پیشگوئی میں بشیر اول کا عوض تسلیم کرنا۔ اور پیران کی مخالفت پر کمربستہ ہونا اور انہیں ناپاک اتہامات کا نشانہ بنانا ایک خطرناک جرم ہے۔ جس کے وہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ قدسیہ میں ضرور جوابدہ ہوں گے۔

عوض کے لئے پہلے کا کم از کم مساوی ہونا ضروری ہے

مصری صاحب کا اس مقام پر دو قسم کے عوض بنانا محض ایک بہانہ سازی اور طفل تسلی دینے کے مترادف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی اچھی چیز کو واپس لے کر اس کے عوض میں کوئی چیز دینے کا وعدہ کرے۔ تو اس چیز کا پہلی چیز کے مساوی اور بعض حالات میں اس سے بڑھ کر ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ کہ جب ہم کسی ایک نشان کو منسوخ کر کے اس کے عوض دوسرا نشان لاتے ہیں۔ تو وہ عوض میں ملنے والا نشان اس پہلے نشان کے یا تو مساوی ہوتا ہے۔ یا بڑھ کر۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودہ اولاد نشان الٰہی ہے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سراج منیر میں جس کا ذکر پچھلے مضمون میں آ چکا ہے۔ اپنی اس اولاد کو نشان الٰہی قرار دے چکے ہیں۔ پس بشیر اول کو جو نشان الٰہی تھا۔ جب خدا تعالیٰ نے واپس بلا لیا۔ تو اس کے عوض میں جس نشان کے عطا کرنے کی پیشگوئی فرمائی۔ اس کا قرآن مجید اور عقل سلیم کی روشنی میں کم از کم بشیر اول کے مساوی ہونا نہایت ضروری ہے۔

مصری صاحب کی ایک حیلہ سازی کی حقیقت

مصری صاحب اپنی ہوائی بات کو ہوا دینے کے لئے ایک حیلہ سازی کرتے ہیں۔ وہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق الہام یدنی منک الفضل سے یہ مفہوم لیتے ہیں۔

"کہ مکرمی جناب میاں بشیر احمد صاحب اس چیز میں حضرت اقدس کے لڑکے فضل احمد کے مثیل تھے۔ جس میں ان کو الہام الٰہی یدنی منک الفضل میں مثیل قرار دیا گیا ہے۔ یعنی وہ صرف فضل احمد کے شکل و صورت میں مثیل تھے۔"

(ذریت مبشرہ ص۷۶)

مصری صاحب! غور سے سنئے۔ آپ کن لوگوں کو بنانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کو علم نہیں۔ کہ ایسی چالاکیاں صداقت کو چھپا نہیں سکتیں۔ یہاں اول تو میاں بشیر احمد صاحب کو فضل احمد کا عوض قرار دیا ہی نہیں گیا۔ بلکہ بقول مصری صاحب صرف شکل و صورت میں فضل احمد صاحب کا مثیل قرار دیا ہے۔ تاہم اگر الہام سے یہی مفہوم لیا جائے۔ کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب میاں فضل احمد صاحب کا عوض ہیں۔ تو مصری صاحب اپنی آنکھوں کو کھول کر دیکھ لیں۔ کہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب میاں فضل احمد سے شکل و صورت میں مشابہ ہونے کے علاوہ قمر الانبیاء ہونے کے لحاظ سے وہ شان رکھتے ہیں۔ کہ میاں فضل احمد کو آپ سے کچھ نسبت نہیں۔ اور آپ میاں فضل احمد سے بڑھ کر ہیں۔ فہو المراد۔ پس یہ تو چیز ہماری تائید میں ہے۔ نہ کہ آپ کی۔ سوچ تو لیا کریں۔

پس میں پھر کہتا ہوں۔ کہ جب خدا تعالیٰ اپنے ایک مقرب اور مقدس بندہ سے کسی اچھی چیز کے لینے کے بعد اس کے عوض میں ایک چیز دینے کا وعدہ کرے۔ تو ہر عقل سلیم اس بات کو ماننے کے لئے مجبور ہو گی۔ کہ اگر یہ عوض میں دیئے جانے کا وعدہ بطور تعزیت اور تسلی ہے۔ تو ضرور اس چیز کا کم از کم پہلی کے مساوی یا اس سے بڑھ کر ہونا ضروری ہے۔

ایک صورت

ہاں صرف ایک صورت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی اچھی چیز کو لے کر بُری چیز مل سکتی ہے۔ اور وہ صورت یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کسی قوم سے ناراض ہو۔ اور اس ناراضگی کے نتیجہ میں ان سے اچھی چیز لے۔ اور اس کے عوض بُری چیز دیدے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قوم سبا کہ جس پر وہ ناراض ہوا۔ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ۔ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ۔ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا (سورہ سبا ۲۶) ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کے دو باغوں کو دو باغوں سے بدل دیا۔ جو کم پھلوں والے۔ اور جھاؤ والے۔ اور تھوڑی سی بیریوں والے تھے۔ یہ ہم نے اس کا بدلہ دیا ہے۔ جو کہ انہوں نے کفر کیا۔

حضرت مسیح موعود سے وعدہ کسی ناراضگی پر نہیں

مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بشیر اول کے عوض لڑکا دینے کا وعدہ کسی ناراضگی کے ماتحت نہ دیا تھا۔ اور نہ ہی معاذ اللہ بشیر اول کی وفات بطور عذاب تھی۔ کہ جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے۔ کہ بشیر اول جسے الہام "نور اللہ" "رجس سے پاک" "مقدس روح کا مالک" قرار دیتا ہے۔ کوئی ناپاک لڑکا خدا کی طرف سے اس کا عوض قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ امر تو مصری صاحب کو مسلم ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشیر اول کی وفات پر اس کے عوض میں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پیدائش کی پیشگوئی کی گئی۔ تو یہ بشارت بطور تسلی اور تعزیت دی گئی۔ بطور عذاب اور ناراضگی کے یہ خبر نہیں دی گئی۔ چنانچہ شیخ عبدالرحمان صاحب مصری لکھتے ہیں:۔

"اشتہار دہم جولائی میں جو ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ وہ بشیر اول کے علاوہ نہیں۔ بلکہ اس کے عوض میں ایک لڑکے کے دیئے جانے کی خبر تھی۔ اور یہ خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور تعزیت اور تسلی کے تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ سنت ہے۔ کہ وہ ایسے موقعوں پر پیش از وقت ہی تعزیت اور تسلی کر دیا کرتا ہے۔

خدا بدمعاملہ نہیں ہے

پس مصری صاحب! میں نے تو یہ حجت محض اس بنا پر قائم کی تھی۔ کہ عقل و نقل کے لحاظ سے یہ امر مسلم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مقرب بندے کو اگر ایک اچھی چیز کے عوض میں کسی چیز کے دیئے جانے کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو۔ تو اس کا بھی اچھا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے مقربین سے یہ بدمعاملگی نہیں کر سکتا۔ کہ ان سے اچھی چیز لے لے۔ اور بُری چیز دیدے۔ اور اس بُری چیز کو اچھی چیز کا عوض بھی قرار دے۔ یہ تو بالکل ایسی ہی بدمعاملگی ہو جائے گی۔ کہ جیسے کوئی بددیانت انسان کسی سے کھرا روپیہ لے۔ اور اس کے عوض کھوٹا روپیہ اس کے ہاتھ میں دے دے۔ اور کہہ دے۔ کہ میں نے تمہارے روپے کے عوض روپیہ ادا کر دیا ہے۔ پس اب اگر مصری صاحب کی معرفت عرفان الٰہی کے متعلق اس قدر گر چکی ہے۔ تو پھر تو وہ بے شک کہہ سکتے ہیں۔ کہ ان کا قول ان پر حجت نہیں۔ لیکن اگر اب بھی وہ صداقت کو نیکی اور عمدہ چیز تصور کرتے ہوں۔ تو میں انہیں ضرور کہوں گا۔ کہ ابھی وقت ہے۔ آؤ اور خدا کے محمود کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر اپنی عاقبت کے سنوارنے کی فکر کرو۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ مصری صاحب آخر یہ زندگی چار دن نہ سہی پانچ دن ہو گی۔ آخر اسے فنا ہے۔ کاش آپ اس وقت کے آنے سے پہلے اپنے عقیدہ سے توبہ کر لیں۔ (جو آپ کو ایک تاریک غار کی طرف لے جا رہا ہے۔ جس میں سوائے دھوئیں اور آگ کے کچھ نہیں۔

مقدمات سے صحیح نتیجہ

جناب شیخ صاحب آپ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بحث میں کسی شخص پر حجت ملزمہ قائم کرنے کے لئے ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہوتا۔ کہ اس کے مخالف کے خود ساختہ نتائج کو ہی ملحوظ رکھا جائے۔ بلکہ اس کے بعض مسلمہ مقدمات کی بنا پر جو صحیح نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ وہ اس کے سامنے بطور حجت ملزمہ کے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس بحث میں مصری صاحب کو مندرجہ ذیل تین باتیں مسلم ہیں۔

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشیر اول کا عوض قرار دیا گیا ہے۔

(۲) بشیر اول الہامات الٰہیہ میں اعلیٰ درجہ کی پاکیزہ صفات سے متصف تھا۔

(۳) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

کو خدا تعالےٰ نے بشیر اول کا عوض بطور تعزیت اور تسلی قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ بشیر اول کی وفات اس وجہ سے نہیں ہوئی۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ناراض تھا۔ بلکہ بشیر اول مرحوم کی وفات ابتلاء کے طور پر ہوئی ہے۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے اپنے مقدس نبی کی تعزیت اور تسلی ضروری سمجھی۔

ان مقدمات سے ہر عقل سلیم اس نتیجہ پر پہنچتی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو جو بشیر اول کا عوض قرار دیا گیا ہے۔ اور بطور تعزیت اور تسلی قرار دیا گیا ہے۔ تو اس لئے آپ کا بشیر اول کی صفات سے متصف ہونا از بس ضروری ہے۔ ورنہ آپ کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے تسلی نہیں ہو سکتا۔

جس طرح ایک ڈوبتا انسان تنکے کے سہارے کو بھی غنیمت سمجھتا ہے۔ حالانکہ وہ اس کو مطلقاً کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ بالکل اس مقام پر مصری صاحب اسی مثال کے مصداق ہیں۔ انہوں نے اپنی بات کو وزنی بنانے کے لئے دو تین ایسی حیلہ سازیاں کی ہیں۔ جن پر یقیناً اگر ان کی ضمیر مسخ نہیں ہو گئی۔ تو انہوں نے خود ہی ندامت محسوس کی ہوگی۔ میں اختصار سے ان کی حقیقت بھی بے نقاب کرنا چاہتا ہوں۔

مصری صاحب کی پہلی حیلہ جوئی

مصری صاحب اپنی کتاب ذریت مبشرہ میں لکھتے ہیں:۔

"اول تو یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ عوض کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی تمام صفات میں اس سے جس کا وہ عوض ہے۔ اگر بڑھ کر نہیں۔ تو مساوی ضرور ہو۔ کیونکہ اگر اس اصل کو تسلیم کر لیا جائے تو جناب خلیفہ صاحب مکرم کے علاوہ باقی دونوں لڑکوں کو بھی مصلح موعود تسلیم کرنا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت اقدس نے ان سب کو ہی بشیر اول کا عوض قرار دیا ہے۔ چنانچہ مجموعہ آمین میں حضور فرماتے ہیں:۔

جب اپنے پاس اک لڑکا بلایا
تو دے کر چار جلدی سے ہنسایا
خوشی کا ایک دن اور چار شادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت اقدس کے ان اشعار سے واضح ہے۔ کہ حضور کو اللہ تعالےٰ نے بشیر اول کے عوض چار لڑکے عطا کئے۔ اب آپ کے کلیہ کے مطابق تو ان چاروں لڑکوں کو مصلح موعود کی صفات سے بڑھ کر نہیں تو مصلح موعود کی ہی صفات کا حامل ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ آپ کو بھی مسلم نہیں۔ پس آپ کا کلیہ تو یہیں ٹوٹ جاتا ہے۔" ذریت مبشرہ ص۷۴ تا ۷۵

جناب شیخ صاحب! معاف رکھیں۔ آپ نے اس جگہ بھی تحریف معنوی سے کام لیتے ہوئے بات کی حقیقت کو بدل دینے کی کوشش کی ہے۔ للہ اس خو سے باز آجائیں۔ ویسے آپ کوشش کریں۔ کہ کوئی دلیل ملے۔ اس طرح تحریف کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔

جناب والا۔ ان اشعار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن چاروں لڑکوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کو بشیر اول کا عوض نہیں کہا۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالےٰ کے ایک احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب خدا تعالیٰ نے آپ کے ایک لڑکے کو وفات دی۔ جس سے آپ کو غم ہوا۔ تو بعد میں خدا تعالےٰ نے جلدی سے چار اور لڑکے دے کر آپ کو خوش کر دیا۔

(۲) لیکن اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ ان چاروں لڑکوں کو بشیر اول کا عوض قرار دینا مطلوب ہے۔ تو پھر بھی یہ مفہوم ہمارے کلیہ کے خلاف نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس صورت میں اشعار کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ چاروں لڑکے بحیثیت مجموعی بشیر اول کا عوض ہیں۔ اور چونکہ میرے نزدیک ان میں مصلح موعود بھی داخل ہے۔ اس لئے یہ چاروں لڑکے بحیثیت مجموعی بشیر اول سے اپنی صفات میں بڑھ کر ہیں۔ ان اشعار میں حضور نے علیحدہ علیحدہ ہر لڑکے کو عوض قرار نہیں دیا۔ تا آپ کے ہر لڑکے کے متعلق علیحدہ علیحدہ خیال کیا جائے۔ کہ وہ مصلح موعود ہے۔

(۳) مصری صاحب ذرا اس فرق کو بھی مدنظر رکھیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو خدا تعالےٰ نے بشیر اول کا عوض قرار دیا ہے۔ اور الہاماً عوض قرار دیئے گئے ہیں۔ اور بقول مصری صاحب اگر یہ چاروں بشیر اول کا عوض ہیں۔ تو الہاماً ذکر نہیں۔

مصری صاحب کی دوسری حیلہ سازی

شیخ مصری صاحب نے اپنی طرف سے ایک اصل بنا کر پیش کیا ہے۔

"کہ جب عوض نے اس شخص کی صفات کا حامل ہونا ہوتا ہے۔ جس کا وہ عوض ٹھہرایا گیا۔ تو اس کا ذکر الہامات میں کر دیا جاتا ہے۔ ورنہ محض اس کے عوض ہونے سے یقینی طور پر یہ استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ صفات میں بھی عوض ہے" ذریت مبشرہ ص۷۶

مصری صاحب نے یہ خود ساختہ اصول گھڑ کر اس پر دلیل یہ دی ہے۔

"کہ اگر محض عوض ہونے سے صفات میں بھی عوض ہونا لازم آجاتا ہے۔ تو پھر حضرت اقدس کو کیوں اس بارے میں تردد رہا۔ حضور کا تردد ہی تبلاتا ہے۔ کہ یہ لازمی امر نہیں۔ کہ عوض صفات میں بھی اس شخص کا عوض ہو۔ جس کا وہ عوض قرار دیا گیا ہے۔" ص۷۸

مصری صاحب! یہ آپ کی طرف سے ایک دعویٰ ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کسی وقت یہ تردد رہا۔ کہ آپ بشیر اول کی صفات کے حامل نہیں۔ چونکہ اس دعویٰ پر جناب مصری صاحب نے دلیل دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ یا تو وہ اسے اتنا وزنی سمجھتے ہیں۔ کہ ان کا خیال ہے۔ کہ ہر شخص کو اس تردد کا علم ہے۔ اور ہر کتاب کا پڑھنے والا اس تردد کو سمجھ لے گا۔ مگر بہر حال ان کا یہ خیال تو غلط ثابت ہو گیا۔ اور یا یہ دعویٰ ایسا بودا ہے۔ کہ جس کی مصری صاحب سے کوئی دلیل نہیں بن سکی۔ لہٰذا میں ان سے دلیل طلب کرتا ہوں۔ اور فی الحال اس پر اس سے زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتا۔

مصری صاحب سے استفسار

اس جگہ میں مصری صاحب سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ وہ اس کا غور سے جواب دیں گے۔

(i) یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی پیدائش کی خبر بشیر اول کی وفات سے قبل دی گئی یا بعد۔

(ii) اگر بشیر اول کی زندگی میں دی گئی۔ تو کیا اس بشارت میں یہ بھی تبلایا گیا تھا۔ کہ لڑکا بشیر اول کا عوض ہوگا۔

(iii) اگر نہیں۔ تو پھر جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے متعلق بشیر اول کی زندگی میں مستقل بشارت موجود تھی۔ تو آپ کو بعد میں بشیر اول کا عوض کیوں قرار دیا گیا۔ جبکہ آپ بشیر اول کے بدلے میں پیدا ہونے والے نہ تھے۔ بلکہ ایک علیحدہ مستقل پیشگوئی کے موعود تھے۔ جو بشیر اول کی زندگی میں ہو چکی تھی۔

(iv) اگر محض ایک لڑکا ہونے کے لحاظ سے بشیر اول کا عوض قرار دینا مطلوب تھا۔ نہ کہ اسکی صفات سے متصف ہونے کے لحاظ سے۔ تو کیوں اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش کی پیشگوئی بشیر اول کی وفات کے بعد ہی نہ فرمائی۔

مصری صاحب! میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اجتہادی طور پر بشیر اول مرحوم کو مصلح موعود خیال فرماتے تھے۔ اور درحقیقت بشیر اول علم الٰہی میں مصلح موعود نہ تھا۔ تو اسکی وفات پر اللہ تعالےٰ نے بطور تعزیت اور تسلی درحقیقت مصلح موعود ہونے والے لڑکے کو (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پہلے اجتہادی گمان کو مدنظر رکھتے ہوئے جو بشیر اول کے متعلق تھا) یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو بشیر اول کا عوض قرار دیا۔ اگر یہ بات درست نہ ہو۔ تو یہ بات بے معنی سی بن جاتی ہے۔ کہ جب دونوں لڑکوں بشیر اول اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے متعلق پیشگوئیاں پہلے سے الہامات میں موجود تھیں۔ تو پھر بشیر اول کی وفات پر بشیر اول کا بشیر ثانی کو عوض قرار دیا جائے۔ لیکن اگر مصری صاحب کو میرے اس نتیجہ سے اتفاق نہ ہو۔ تو وہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عوض قرار دیا جانے کی کوئی معقول وجہ بیان کریں۔ تا اس پر غور کیا جا سکے۔

رہا آپ کا خود ساختہ اصول۔ کہ جس عوض نے پہلے لڑکے کی صفات کا وارث ہونا ہو۔ اس کی صفات بھی الہام میں بیان کی جاتی ہیں۔

سو ہمارے نزدیک تو اپنے الہام میں خلیفۃ المسیح الثانی کو بشیر اول کا عوض قرار دیتے ہوئے آپ کا نام **دوسرا بشیر** رکھ کر اور پھر آپ کا دوسرا نام **محمود** رکھ کر اور آپ کو اپنے کاموں میں **اولوالعزم** قرار دے کر بشیر اول کی صفات کا بھی وارث قرار دیا ہے۔

باقی ان الہامات کے بارہ میں جو مصری صاحب نے لایعنی اور دور از عقل جوڑ توڑ کیا ہے۔ اسکی حقیقت مکرم برادرم قاضی محمد نذیر صاحب مولوی فاضل اپنے الفضل کے مضامین میں مفصل طشت از بام کر چکے ہیں۔ جس کے اس جگہ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پس مصری صاحب کے اس اصول کو درست مان کر بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بشیر اول کی صفات سے متصف ہونے کے لحاظ سے اس کا عوض ہیں۔

مصری صاحب کی تیسری حیلہ جوئی

مصری صاحب نے تیسرے مقام پر لکھا ہے

"بشیر اول کی وفات ہی اس امر پر دلیل ہے۔ کہ اس زمانہ میں ان صفات کی ضرورت نہیں۔ ورنہ اسے ہی زندہ رکھا جاتا۔" ص۷۷

مصری صاحب! واقعی اگر یہی بات درست ہے۔ کہ بشیر اول کو وفات اسلئے دی گئی۔ کہ اس زمانہ میں ان صفات کی ضرورت نہ تھی۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ جو بات مصری صاحب آپ کے ذہن میں آگئی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو کہ خدا کے مامور تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی حکمتوں کو مصری صاحب سے ہزاروں گنا زیادہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے بشیر اول کی وفات پر ہی یقین نہ کر لیا۔ کہ ابھی ان صفات کی دنیا میں ضرورت نہیں۔ بلکہ بقول مصری صاحب مصلح موعود کی صفات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبارک احمد پر چسپاں کرتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا طرز عمل بتلاتا ہے۔ کہ حضور بشیر اول کی وفات کے بعد بھی اس زمانہ میں بشیر اول کی صفات سے متصف لڑکے کی ضرورت

کو اپنے بعد محسوس کرتے تھے۔ مگر مصری صاحب ہیں۔ کہ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں۔ کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے متبع ہیں۔ مگر روش جو اختیار کرتے ہیں۔ اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کاش وہ اب بھی سمجھ جائیں۔

جناب شیخ صاحب! خدارا ان مضامین کو صرف جواب دینے کی نیت سے نہ پڑھیں۔ بلکہ خشیت اللہ سے حق تلاش کرنے کی خاطر پڑھیں شاید آپ کا زنگ آلودہ دل پھر صیقل ہو جائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

مانوں نہ مانوں شیخ تمہیں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

نوٹ:۔ شیخ عبد الرحمن صاحب مصری نے نہایت جلد بازی سے کام لیتے ہوئے جو خامہ فرسائی ینگ اسلام کے پرچہ میں کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب ان اقساط کے بعد شائع کیا جائے گا۔ مصری صاحب فی الحال تسلی رکھیں۔ اور مضمون کو ختم ہو لینے دیں۔ (خاکسار قاضی محمد البشیر گوروال)

(حاشیہ ادارہ)

اسلام میں نسائیت کا بلند تخیل

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ ولھن مثل الذي علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجہ (البقرہ۔ ۲۸) کہ جیسے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں جیسے عورتوں کے لئے لازم ہے۔ کہ مردوں کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں۔ ویسے ہی مردوں پر لازم ہے۔ کہ وہ صنف نازک کے نازک جذبات اور لطیف احساسات کا خیال رکھیں۔ لیکن جہاں اسلام نے روحانی و جسمانی لحاظ سے عورت کو مساوی حقوق دیئے ہیں۔ وہاں اس دین فطرت نے اس قدرتی اور فطرتی فرق کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ جو مرد اور عورت کی تخلیق میں واقع ہے۔ یعنی مرد عورت پر ایک درجہ رکھتا ہے۔ اس فوقیت اور درجہ کی وجہ کیا ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہوا۔ الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض وبما انفقوا من اموالھم (نساء ع ۶) یعنی مرد عورتوں پر طاقت کے لحاظ سے اور انتظامی حیثیت سے ایک درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہیں قدرتی طور پر عورت کی نسبت ایسے مضبوط قویٰ دیئے گئے ہیں۔ کہ وہ اہلی زندگی کے بوجھ برداشت کر سکتے ہیں۔ مرد گھر کا متکفل ہے۔ اس کے ذمہ یہ ڈیوٹی ہے۔ کہ وہ کمائے اور کھلائے۔ اس پر اخراجات کا بوجھ ڈالا گیا۔ اس لئے اس کا حق ہے۔ کہ وہ گھر کا نگران بھی ہو۔ اگر باریک نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو حدیث سید القوم خادمھم (کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہے) کے ماتحت درحقیقت مرد ایک رنگ میں خادم بھی ہے۔ اور بیوی بچے اس کے مخدوم۔ لیکن مذکورہ حدیث کے تحت میں یہ ایسی مبارک خدمت ہے۔ جو مرد کو گھر کا امیر بنا دیتی ہے۔ کیونکہ اس درجہ کے بغیر گھر کا انتظام نہیں چل سکتا۔ اور اہلی زندگی وبال جان بن جاتی ہے۔ دیکھئے گھر کی مثال ایک چھوٹی سی حکومت کی ہے۔ جس میں ضروری ہے۔ کہ ایک امیر اور نگران ہو۔ جس کے ذمہ گھر کا انتظام ہو۔ چنانچہ اسلام نے مرد کو گھر کے افراد کا نگران و امیر قرار دیا ہے۔ اور عورت کو بہترین معاون۔ یہ مقدس جوڑا مل کر گھر کی جنت یعنی اس دنیا کی جنت اور آخرت کی جنت تعمیر کرتا ہے۔ یہی مضمون اس آیت میں بیان کیا گیا۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتٰن۔ الغرض اسلام نے مرد کو گھر کا بادشاہ قرار دیا۔ اور عورت کو لونڈی نہیں۔ بلکہ ملکہ بنایا۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ "عورت اپنے خاوند کے گھر میں ملکہ کی حیثیت رکھتی ہے۔" چنانچہ قدرتی طور پر بھی مرد اس رتبہ کا حقدار ہے۔ مرد کو قرآن مجید قوام قرار دینے میں یقیناً حق بجانب ہے۔ کیونکہ اسے فطرتی طور پر ایسے قویٰ دیئے گئے ہیں۔ جو کہ اس بوجھ کو برداشت کر سکتے ہیں۔ مرد کے قویٰ کی بناوٹ بہ نسبت عورت کے زیادہ مضبوط ہے۔ چنانچہ اسلام کا یہ انکشاف کہ مرد عورت پر ایک درجہ اور تفوق رکھتا ہے۔ روشن تر ہو جاتا ہے۔ جب ہم اسے موجودہ تحقیقات کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ چنانچہ آج یورپ کے علم تشریح الابدان کے ماہرین نے گوناں گوں تجارب کے بعد ثابت کیا ہے۔ کہ عورت مرد سے طاقت میں کم ہے۔ عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے کم وزن کا ہے۔ عورت کا دل مرد کے دل سے عموماً چھوٹا ہوتا ہے۔ عورت کے قد اور مرد کے قد میں بھی فرق ہے۔ عورت کے پھیپھڑے جگر اور گردے کا وزن کیا گیا۔ تو نسبتاً کم نکلا۔ علاوہ بریں عورت کی کھوپری مرد کی کھوپری سے ہلکی ہوتی ہے۔ غرضیکہ عورت اور مرد کے عضو عضو کا موازنہ کیا گیا۔ تو وہی منکشف ہوا۔ جو قرآن نے آج سے چودہ سو سال قبل بیان کیا۔ کہ مرد کو عورت پر ایک درجہ حاصل ہے۔ لیکن باوجود اس درجہ کے اسلام یہ سنہری اور دلکش تعلیم دیتا ہے۔ کہ عورت اور مرد کے حقوق مساوی ہیں۔ اور اس مساوات کی وجہ قرآن مجید میں یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ مرد اور عورت میں ایک سی انسانی روح پائی جاتی ہے۔ ان کو نفس واحد سے پیدا کیا گیا۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ ان کے حقوق بھی مساوی ہوں۔ جیسا کہ فرمایا۔ یا ایھا الناس اتقوا اللہ ربکم الذي خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا (النساء ع ۱) کہاں ہیں وہ اعدائے اسلام جنہوں نے غوغا مچا رکھا ہے۔ کہ اسلام عورت میں روح تسلیم نہیں کرتا۔ الغرض اسلام نے عورت کو انتہائی ذلت سے انتہائی عزت کا مقام دیا۔ اور مساوات کے اس غلط خیال سے جو عام طور پر رائج ہے۔ بچایا اور پیدائشی وحدت کے ساتھ ساتھ اس نیچرل امتیاز کو بھی ملحوظ رکھا۔ جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے۔ لیکن باوجود اس امتیاز کے مردوں اور عورتوں کے حقوق میں مساوات قائم کی۔ چنانچہ ان حقوق کی تفصیل میں اگر جائیں۔ جو عورت اور مرد کے خدا تعالےٰ نے بیان کئے۔ تو ہیں وہ یکساں نظر آتے ہیں۔ مثلاً (ا) جیسے مرد کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح شادی کے معاملہ میں عورت کی رائے انشراح صدر اور رضامندی ضروری ہے۔ عورت کی رضامندی کے بغیر شریعت اسلامیہ میں نکاح جائز نہیں۔ (ب) جس طرح مرد کو ناگزیر حالات کی بناء پر طلاق کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح عورت کو مرد سے اس کے مظالم اور انتہائی ناچاقی کے باعث علیحدگی کا حق حاصل ہے۔ جسے اسلامی شریعت میں خلع کہتے ہیں۔ (ج) جیسے مرد کو ورثہ سے حصہ ملتا ہے۔ ویسے ہی خدا تعالےٰ نے عورت کو حق وراثت دیا ہے۔ اگرچہ عورت کا حصہ مرد سے کم ہے۔ کیونکہ عورت دُہرا حق پاتی ہے۔ مرد سے بھی اور اپنے والدین سے بھی۔ (د) جیسا کہ مرد کے لئے حق ملکیت تسلیم کیا گیا ہے۔ ویسا ہی عورت کے لئے بھی۔ (دیکھو سورہ نساء ع ۵) (ر) یہی نہیں بلکہ روحانیات میں بھی اسلام نے عورت کو مرد کے دوش بدوش کھڑا کیا۔ قرآن مجید بار بار کہتا ہے۔ کہ عورتیں مقامات عالیہ کے حصول میں مردوں کے ہم پایہ ہیں۔ (سورہ احزاب ع ۳) بتکرار فرمایا۔ کہ نیک عمل کرنے والے مرد اور نیک عمل کرنے والی عورتوں پر جنت فرض کر دی گئی ہے۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ پس اسلام نے روحانیات میں عورت اور مرد کی کوئی تفریق قائم نہیں کی۔ غرضیکہ کیا بیان کروں۔ اور کہاں تک کروں۔ خدا تعالےٰ نے تو اس آیت کریمہ میں فیصلہ فرما دیا ہے۔ ولھن مثل الذي علیھن بالمعروف۔ کہ جس طرح مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ اسی طرح عورتوں کے مردوں پر ہیں۔

نسائیت کا اسلامی نصب العین

نسائیت کے اسلامی نصب العین کی مزید تشریح ان آیات سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ کہ عورت کے متعلق کیا ہی دلربا اور حکیمانہ تعلیم ہے۔ ملاحظہ تو فرمائیں۔

(ا) ھن لباس لکم وانتم لباس لھن۔ جس طرح مرد عورتوں کے لئے بمنزلہ لباس کے ہیں۔ اسی طرح عورتیں مردوں کے لئے بمنزلہ لباس کے ہیں۔ (ب) عاشروھن بالمعروف۔ عورتوں کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آؤ۔ (ج) ومن آیٰتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ خدا کی ٭٭ نشانیوں میں سے ایک نشان یہ ہے۔ کہ اس نے عورتوں کا خمیر ایسی چیز سے تیار کیا۔ جس سے مردوں کا۔ تاکہ دونوں ایک دوسرے کی الفت سے طمانیت قلبی حاصل کریں۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اسلام میں عورت کا تخیل کتنا پاکیزہ اور کتنا بلند ہے۔

خاتمۃ الکلام

بالآخر میں عورت کے متعلق تبرکاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند اقوال ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جن سے بخوبی معلوم ہو سکے گا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہ میں نسائیت کا کتنا بلند رتبہ ہے۔ فرمایا۔

(۱) جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ (۲) میری امت میں بہترین افراد وہ ہیں۔ جو اپنی عورتوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا سلوک کرتے ہیں۔ (۳) عورت اپنے خاوند کے گھر میں ملکہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ (۴) تمام مسرتوں اور خوشیوں سے بڑھ کر جو دنیا میں پائی جاتی ہیں۔ پارسا اور عفیفہ عورت سے بڑھ کر کوئی مسرت نہیں ہے۔ (۵) علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے۔ (۶) بہتر وہ ہے۔ جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہے۔

نسائیت کا کتنا بلند اور شاندار تخیل ہے۔ جو اسلام اور مقدس نبی اسلام نے پیش کیا۔

خاکسار شیخ عبد القادر از لائل پور

نفسیاتِ تعلیم

عہدِ طفولیت کی خصوصیات
اور
مناسب حال تربیتی رسائل

ماہرین نفسیات تعلیم نے انسان کے نشوونما کے مختلف مدارج معین کرنے اور ان کے خواص بیان کرنے کے لئے جدوجہد کی ہے۔ ان میں سے بالخصوص ڈاکٹر ارنسٹ جونز کی مساعی بنظرِ استحسان دیکھی جاتی ہیں۔ جنہوں نے قرطاس "مسائل عنفوانِ شباب" میں انسانی نشوونما کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

پانچ سال کی عمر تک طفولیت۔ ۶ - ۱۲ سال کی عمر تک لڑکپن۔ ۱۳ سے ۱۸ سال تک عنفوانِ شباب۔ اور ۱۸ سال کے بعد جوانمردی مگر یہ مدارج مندرجہ بالا سالوں سے مختص نہیں۔ بعض بچے آب وہوا اور ماحول کے اثر کے تحت سرعت سے ان مدارج کو طے کرتے ہوئے ۱۸ سال سے کم عمر میں مرد بن جاتے ہیں۔ اور بعض بچے مختلف مدارج سے گزرنے میں مذکورہ سالوں سے زیادہ عرصہ لے لیتے ہیں۔ نیز انسانی ارتقاء ممیز درجات میں منقسم ہونے کی بجائے متواتر و پیہم ہے۔ جسے نمایاں مختلف حصوں میں تقسیم کرنا مشکل ہے۔ نشوونما انسانی کے تمام مدارج عہدِ طفولیت سے لے کر جوانمردی تک متواتر و مسلسل ارتقاء کے مختلف ظہور ہیں۔ جنہیں مستقل بالذات تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر جونز نے مختلف ادوار کے خواص بیان کئے ہیں۔ جن میں سے عہد طفولیت کے خواص درج ذیل ہیں:۔

(۱) اس دور میں بچہ کا ارتقائے ذہنی جوانوں سے کمتر ہوتا ہے۔

(۲) بچہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے ناقابل ہوتا ہے۔ وہ ہر کام میں بڑوں کا محتاج ہوتا ہے۔

(۳) جہاں بڑی عمر کے لوگ اپنے افعال و اعمال میں عقل سے کام لیتے ہوئے طبعی قویٰ کو زیر کر لیتے ہیں۔ وہاں بچہ میں جبلتوں کو زیر کرنے کی ابھی طاقت نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کا ہر کام جبلتوں کے تابع اور انہی کی تسکین کے لئے ہوتا ہے۔

۴ - بچہ کا تخیل و بلند پروازی اور عالمِ خیال میں اس کی محویت اس دور کے نمایاں اوصاف میں سے ہے۔ وہ پریوں کی کہانیاں ہمہ تن گوش ہو کے سنتا ہے۔ اور قوت تخیل کی بدولت ایک نئی دنیا آباد کر لیتا ہے۔ عالمِ تخیل میں وہ پریوں کے ہمراہ اس خیالی دنیا کی سیر سے لطف اندوز ہوتا ہوا گردوپیش کے حالات سے بیخبر ہو جاتا ہے۔ اور اک نیا ذہنی ماحول پیدا کر لیتا ہے۔

کبھی چھوٹے بچوں میں وہ اپنے تئیں "ابا" تصور کرکے اپنے والد کی مختلف کیفیات مسرت و ملال کی نقل کرکے ان کیفیات کا تجربہ حاصل کرتا ہے۔ تو کبھی چہرہ پر اسی قسم کے آثار نمایاں کرکے وہ ان جذبات سے آشنا ہوتا ہے۔ جن کے آثار وہ اکثر اپنے والدین کے چہروں پر عیاں دیکھتا ہے۔ اس تمام خیال آرائی میں بچہ اپنے تئیں ہیرو یقین کرتا ہوا یہی سمجھتا ہے۔ کہ تمام تجربات اسی کی ذات سے پیش آرہے ہیں۔

بچہ ایک ہی کام کو بار بار کرنے میں سرور محسوس کرتا ہے۔ ہر اعادہ اس کے دل میں اس امر کا زیادہ سے زیادہ وثوق پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ کہ وہ اس کام کا "ماہر" ہے۔ اس طرح وہ اپنی جبلتِ اظہار خودی کی تسکین کا سامان مہیا کرتا ہے یہی وجہ ہے۔ بچہ اکثر ایسی کہانیاں سننا پسند کرتا ہے۔ جن میں بعض الفاظ دہرائے گئے ہوں۔

نیز بچہ میں اکثر دو متخالف کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ بڑوں کی موجودگی میں جبلت انکسار مصروف عمل ہوتی ہے۔ اور چھوٹوں کی موجودگی میں جبلتِ اظہار خودی متخالف کیفیات نہایت اہم ہیں۔ کیونکہ عمر بھر ہمیں ان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اکثر ہمیں ایسے حالات میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جن کے مخالف کیفیات اگر ہماری زندگی میں تنوع پیدا نہ کریں۔ تو زندگی بے لطف بن کے رہ جائے۔

جبلت اظہار خودی سے استفادہ بچہ کی تعلیم کے لئے نہایت اہم ہے۔ اگر ہم بچہ کے لئے میدانِ عمل پیدا کر دیں۔ جس میں وہ اظہار خودی سے لطف اندوز ہو سکے۔ تو جہاں یہ امر اسکی جبلتوں کی تسکین کا باعث ہوگا۔ وہاں اسکی تعلیم بھی زیادہ مؤثر اور پائیدار ثابت ہوگی۔

(۵) سگمنڈ فرائڈ کی تحقیقات کے مطابق جذبات محبت جو عالم شباب میں نمایاں صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ بچپن ہی میں (ادنیٰ حالت میں) مضمر ہوتے ہیں انہی جذبات کی وجہ سے اولاً بچہ کو اپنی ذات سے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر ماں سے۔ بالآخر یہ جذبات والد سے متعلق ہو جاتے ہیں۔ مگر فرائڈ کے نزدیک والد کے متعلق یہ جذبات نفرت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

بچپن کے زمانہ میں بچہ کی تعلیم و تربیت کے لئے بچپن کے مندرجہ بالا خواص ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ ان کے پیش نظر ایسے وسائل اختیار کرنا چاہیئے۔ جو اس عمر کے مناسب حال ہوں۔ چونکہ بچہ کی ذہنی نشوونما کی حالت ادنیٰ ہوتی ہے۔ اسلئے ہر ایسا کام جس سے بچہ کو تعلق ہو۔ سادہ شکل میں اس کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ بچہ انہی ایام میں بولنا سیکھتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ابتدائً نہایت سادہ اور آسان الفاظ اس کے سامنے استعمال کئے جائیں۔ تا وہ انہیں آسانی سے سیکھ سکے۔ بچہ کے سامنے باتیں کرتے وقت تلفظ کی صحت بالخصوص ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ماہرین علم النفس کا خیال ہے۔ کہ ۳ - ۴ سال کی عمر میں بچہ جو باتیں سیکھتا ہے۔ ان کے اثرات نہایت مستحکم ہوتے ہیں جنہیں کُلی طور پر ادا کرنے کے لئے مؤدبین و مصلحین کی ہزار کوششیں بھی کارگر ثابت نہیں ہو سکتیں۔

بچپن کا غلط تلفظ بڑی عمر میں درست کرنا نہایت دشوار ہے۔ عموماً والدین بچہ سے باتیں کرتے وقت پیار کی وجہ سے غلط تلفظ ادا کرتے ہیں۔ جو بچوں کے ذہن میں گہرا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جب بچہ مدرسہ جانا شروع کرتا ہے۔ تو استاد کو تعمیری کام کرنے کی بجائے اپنی تمام تر کوشش غلط تلفظ کے تخریبی بد اثرات کو دور کرنے کے لئے وقف کر دینا پڑتی ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ کی ترقی تعویق میں پڑ جاتی ہے۔

یہ امر کہ بچہ اس دور میں بذات خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہوتا۔ وہ ہر کام میں بڑوں کی امداد کا محتاج ہے۔ اسکی تربیت کا کام آسان کر دیتا ہے۔ اس فطرتی کمزوری کی وجہ سے والدین بچہ کو اس راہ پر چلا سکتے ہیں۔ جو اِن کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اس طرح بچہ کی مناسب تربیت کر سکتے ہیں۔ اگر والدین تربیت کے اس سنہری موقعہ کو جو قدرت ان کے لئے مہیا کرتی ہے۔ کھو دیں۔ تو عمر بھر اسکی تلافی نہیں کر سکتے۔ بعد کے ادوار میں بچہ والدین کی امداد کا اتنا محتاج نہیں ہوتا۔ جتنا بچپن کے ایام میں۔ اس لئے صحیح تربیت کے لئے جو مواقع بچپن بہم پہنچاتا ہے۔ بعد میں عمر بھر میسر نہیں آ سکتے۔ کیسے خوش آیند نتائج پیدا ہوں۔ اگر والدین اپنی ذمہ واری کو محسوس کرتے ہوئے بچپن ہی سے بچہ کی توجہ ان امور پر مرتکز کر دیں۔ جو اسکی آئندہ زندگی پر اثر انداز ہوں۔ اگر وہ بچپن ہی کے زمانہ میں بچہ کی تربیت صحیح رنگ میں کریں۔ تو نوجوانی کے ایام میں اسکی اصلاح یعنی بچپن کے اثرات بد کے تخریبی نتائج سے اسے محفوظ کرنے کے لئے کوشش کی بجائے تمام تر توجہ تعمیری امور پر مرتکز کی جا سکتی ہے۔ اور اسکی نشوونما ایسے رنگ میں کی جا سکتی ہے۔ جس سے اسکی پنہاں قوتیں ترقی پذیر ہوں۔ اور اسے کامیاب زندگی کے لئے تیار کریں۔

بچہ کی قوت تخیل سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ جن سے بچہ میں بلندیٔ خیال پیدا ہو۔ اس زمانہ میں بچہ ایسی کہانیاں نہایت شوق سے سنتا ہے۔ جن میں پریوں کی بلندیٔ پرواز کا ذکر ہو۔ چونکہ قوت تنقید بچہ میں ابھی پیدا نہیں ہوئی ہوتی جس کی وجہ سے وہ حقیقت اور تخیل محض میں امتیاز کر سکے۔ اس لئے اس امر کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ یہ باتیں کہاں تک ممکن الوقوع ہیں۔ وہ ایسی کہانیوں کو حقیقت یقین کرکے ان سے لطف اندوز ہونے کی پوری کوشش کرتا ہے۔

بچہ اس عمر میں جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ خیال محض کو حقیقت یقین کر لیتا ہے۔ اس لئے وہ خیالی باتوں کو ایسے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ جیسے کہ وہ حقیقت ہیں۔ بڑی عمر کے لوگ ایسی باتیں سن کے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ بچہ جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر بچہ اپنی بے پناہ قوت تخیل کی وجہ سے اپنے بیان کو حقیقت پر مبنی اور صحیح یقین کر رہا

انسپکٹر صاحب کواپریٹو سوسائیٹیز بٹالہ تحریر فرماتے ہیں:۔ "مکرمی منیجر صاحب طبیہ عجائب گھر قادیان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مجھے آپ کے طبیہ عجائب گھر کے بہت سے عجائبات دیکھنے کا اکثر موقعہ ملتا رہا ہے میرے پاس الفاظ کی کمی ہے۔ جو میں علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی خوبیوں اور مفید ہونے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کر سکوں۔ لیکن باوجود اس کے میں آپ کی تیار کردہ روح نشاط اور بسنت مالتی رس اور منجن ہر دو قسم فوری علاج جن کا میں نے خود تجربہ کیا ہے۔ اپنے لئے اور اپنے احباب کے لئے بے حد مفید پائی ہیں۔ آپ کا شوق عجائبات واقعی قابل تعریف ہے۔ اور میرے نزدیک ایسی ادویات کا آپ کے پاس سے ہر وقت تازہ اور عمدہ مہیا ہونا خلق خدا کی بڑی خدمت ہے۔ بچے ا۔ نیازمند عبداللطیف یوزی انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز بٹالہ ضلع گورداسپور۔

ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں بچہ کے بیان کو غلط ثابت کرنے اور اسے جھوٹ سے نسبت دینے کی کوشش کی بجائے اسکی طبعی خاصیت کے پیش نظر ہمیں اسے معذور سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اسکی بات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش بددلی پیدا کرنے اور ایک مہم سر کر لینے کے مسرور کن احساس سے محروم رکھنے کا باعث ہوگی۔ اور اسے جھوٹا کہنے سے اس کے دل میں جھوٹ بولنے کا خیال پیدا ہوگا۔ کیونکہ اسکی جبلت جستجو اس کے دل میں ہر نئی چیز کی دریافت اور تجربہ کی خواہش پیدا کر دیتی ہے۔

بچہ اس دور میں قوت عقل کے استعمال کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے اعمال و افعال میں اس کی جبلتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ جبلت وہ فطرتی ودیعت ہے۔ جو تمام انسانوں میں پیدائش کے وقت ہی موجود ہوتی ہے۔ اور جس کے مصروف عمل ہونے کے لئے کسی تعلیم و تربیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ جبلت ہی ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ پیدا ہوتے ہی بغیر کسی تعلیم و تربیت کے ماں کی چھاتی سے دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ اکثر حیوانوں اور پرندوں کے کام جبلتوں ہی کے مرہون ہوتے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض جاندار بچے پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے بچوں کے لئے ایسا موقعہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ کہ ان کے سامنے ان کے والدین گھونسلا بنائیں۔ جن سے وہ گھونسلا بنانا سیکھ سکیں۔ مگر باوجود اس کے یہ بچے بڑے ہو کے اسی قسم کا گھونسلا بنا لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں جس قسم کا گھونسلا ان کے اباء بنایا کرتے تھے۔ جس سے ثابت ہوا۔ کہ فطرت نے ان کو ایسے خواص اور قویٰ ودیعت کئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ بغیر تعلیم و تربیت کے اس قسم کے کام سرانجام دے لیتے ہیں۔

جہاں سوائے چند ایک اعلیٰ قسم کے جانوروں مثلاً بندر وغیرہ کے باقی جانور اپنے فطرتی قویٰ اور جبلتوں میں (تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں) اصلاح ترمیم نہیں کر سکتے۔ وہاں انسان میں یہ خاصیت ہے۔ کہ وہ تعلیم و تربیت کے زیر اثر اپنی جبلتوں میں ایسے رنگ میں اصلاح و ترمیم کر سکتا ہے۔ کہ جس کی وجہ سے وہ ان کے بد اثرات سے محفوظ ہو جائے۔ اور ان قویٰ سے بہتر نتائج اخذ کر سکے۔ مثلاً انسان میں لڑنے جھگڑنے کی جبلت ودیعت ہے۔ جس میں وہ بعض مواقع پر مفید رنگ میں اصلاح کر سکتا اور اس طرح اس کے برے نتائج سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ بجائے انسانوں سے لڑنے جھگڑنے کے اگر توجہ بیماریوں۔ گناہوں۔ بدیوں اور غلاظتوں کا مقابلہ کرنے اور انہیں نیست و نابود کرنے کی طرف منعطف کر دی جائے۔ تو اس سے نہ صرف ایک طبعی قوت کے لئے راہِ عمل پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس جبلت کو مضر اثرات سے پاک کر کے نیک اور تعمیری کاموں پر مرتکز کر دیا جاتا ہے۔ بچہ طبعاً جبلتوں کے تابع ہوتا ہے۔ اس کے ہر کام سے اسکی کسی طبعی جبلت کی تسکین مقصود ہوتی ہے۔ لیکن اگر اسے ہر جبلت کی تسکین کی اجازت دیدی جائے۔ خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ تو یہ امر اس کے لئے آئندہ زندگی میں نہایت مضر ثابت ہوگا۔ اس لئے جہاں بعض جبلتوں کو ان کے اصل رنگ میں تسکین کی اجازت دینا مفید ہے۔ وہاں بعض جبلتوں کے مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کے لئے بہتر راہِ عمل پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جس سے نہ صرف انہیں دبا دینے کے بد نتائج سے بچہ محفوظ رہے۔ بلکہ ان قوتوں کے نشوونما سے مفید نتائج بھی حاصل کرے۔

بچہ میں ایک جبلت تخلیق و تعمیر ہے اور اس کے اکثر افعال و حرکات اسی کی مختلف شکلیں ہوتی ہیں۔ کبھی بچہ کوئلہ لے کر دیوار یا فرش پر لکیریں کھینچنا شروع کر دیتا ہے۔ تو کبھی مٹی سے کے بعض چیزیں بنانا شروع کر دیتا ہے۔ ایسے ہر کام میں وہ اپنی فطری جبلت کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے کاموں سے اسے روکنا نہیں چاہیئے۔ روکنے سے اسکی جبلت اندر ہی اندر دب کے بعض اوقات ہولناک نتائج پیدا کر دیتی ہے۔ جو بچہ کی زندگی پر نہایت ناگوار اثر کرتے ہیں۔ بالعموم والدین بچوں کو ذرا ذرا سی بات پر روکتے ٹوکتے رہتے ہیں۔ بچوں نے کوئی حرکت کی۔ یا ذرا شور کیا۔ تو انہیں ڈانٹ کے "آرام سے بیٹھنے" اور خاموش رہنے کی تلقین کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بچہ کے قویٰ آزادانہ نشوونما نہیں پا سکتے۔ اور وہ ان قوتوں سے عمر بھر فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ جو خدا تعالے نے اسمیں پیدا کی ہیں۔ اور اس طرح اس کام کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے۔ جسے کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے کے لئے قدرت نے مناسب قوتیں مہیا کی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ بچوں کے لئے گھر کے بعض حصے مخصوص کر دیئے جائیں۔ جہاں وہ آزادانہ اپنی جبلتوں کا اظہار کر سکیں ہاں جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ بعض قویٰ کی تسکین ان کے اصل رنگ میں مناسب نہیں ہوتی۔ ایسی جبلتوں کے لئے بہتر راہِ عمل پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچہ کی توجہ نرمی محبت اور شفقت سے بہتر ذرائع تسکین کی طرف منعطف کی جا سکتی ہے۔ اس طرح کہ وہ یہی سمجھے۔ کہ وہ اپنی جبلت کی تسکین فطرتی اور اصلی رنگ ہی میں کر رہا ہے۔

بچہ قوت تخیل کی کارفرمائیوں کے ذریعہ اکثر اپنی جبلتوں کی تسکین کا سامان بہم پہنچا لیتا ہے۔ والدین اس سے بڑے ہوتے ہیں۔ وہ ان پر حکومت کر کے اپنی جبلت اظہار خودی کی تسکین نہیں کر سکتا۔ اس لئے کھیل کود میں ہمجولیوں پر حکومت کر کے اور ان پر رعب ڈال کے اس جبلت کے لئے میدان عمل مہیا کر لیتا ہے۔ اس لئے بچوں کے لئے کھیل کود کے مواقع پیدا کرنے کے لئے والدین کو خاص طور پر اہتمام کرنا چاہیئے۔ ایسے ہمجولی مہیا کرنے چاہئیں۔ جن کے ساتھ بچہ مل کے کھیل سکے۔ اور اس طرح اپنی جبلتوں کو مصروف عمل کر سکے۔

بڑی عمر میں انسان عقل کے ذریعہ نامناسب جبلتوں کو زیر کر کے انہیں صحیح راہ پہ لا سکتا ہے۔ لیکن بچہ میں ابھی اپنی عقل کے استعمال کی طاقت نہیں ہوتی۔ اس لئے اسے صحیح راہ پر لانے کے لئے بڑوں کی رہنمائی تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہے۔

اگر سگمنڈ فرائڈ کا یہ خیال صحیح ہے۔ کہ وہ جذبۂ محبت جو بلوغ پر شد و مد سے ظاہر ہوتا ہے۔ بچہ میں پنہاں ہوتا ہے۔ تو ہمیں ایسے ذرائع بھی اختیار کرنے چاہئیں۔ جن کی وجہ سے بچہ خوبیوں۔ نیکیوں۔ اچھے اطوار و اخلاق اور نیک لوگوں سے محبت کرنا شروع کر دے۔

(خالد ایم۔ اے)

— لنڈن ۱۰ر اپریل۔ آزادی سے محبت رکھنے والے غیر جانبدار ملکوں کے اخبارات نے نازیوں کے تازہ حملہ کے متعلق بہت سخت الفاظ میں اظہار رائے کیا ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے۔ کہ ہٹلر اور اس کے مشیروں کی بیحیائی اور پاگل پن کا ثمرہ ہے۔

— لنڈن ۱۰ر اپریل۔ اتحادی اس بات کا پورا پورا خیال رکھیں گے۔ کہ آئس لینڈ اور گرین لینڈ پر جرمنی اپنی فوجیں نہ اتار سکے۔

پرانے اخبارات و رسائل کا بہترین مصرف

سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ۱۹۲۵ء تک جملہ پرانے اخبارات و رسائل بالخصوص بدر۔ الحکم۔ الفضل اور ۱۹۱۴ء تک کے ریویو اردو و انگریزی۔ تشحیذ الاذہان۔ مصباح وغیرہ کو بجائے ردی کی صورت میں استعمال کرنے یا تلف یا ضائع کرنے کے ہمارے ہاں فروخت کر دیں۔ فائدہ ہوگا۔ اور ان جملہ اخبارات و رسائل کے مکمل فائل اور متفرق پرچے ہمارے ہاں ہر وقت مل سکتے ہیں۔ نیز سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ہر قسم کی پرانی و نئی کتب کے علاوہ دیگر ہر قسم کی مذہبی۔ طبی۔ تعلیمی ادبی خریدنے یا فروخت کرنے کا جب بھی ارادہ ہو۔ ہم سے ضرور دریافت فرما لیا کریں۔ ہمارے ساتھ تعاون کر کے آپ کو بہت ہی فائدہ ہوگا۔ جواب طلب امور کے لئے ۱ر کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔ فوراً تعمیل ہوگی

المشتہران۔ عبد العظیم عبد الرشید جلد سازان و تاجران کتب قادیان

چیدہ خبریں

— لنڈن ۱۰ر اپریل۔ سرکاری حلقوں سے اس خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ کہ ناروے کی حکومت جرمنی سے سمجھوتہ کی کوشش کر رہی ہے۔ وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے۔ کہ ناروے کی حکومت اپنی آزادی کے لئے مقابلہ جاری رکھے گی۔ پارلیمنٹ نے بھی اس فیصلہ کی تصدیق کر دی ہے۔ فوجیں اوسلو اور ہیمار کے درمیان دشمن کا مقابلہ کر رہی ہیں۔

سویڈن کی حکومت نے جرمن مطالبات کا جو جواب دیا ہے۔ اس کے مطابق ملکی حفاظت کے لئے سرگرمی سے کارروائی شروع کی گئی ہے۔ نیوی ریزرو بلائی گئی ہے۔ گو عام لام بندی کا حکم نہیں دیا گیا۔ سویڈن کے جہازوں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ کہ جہاں ہوں وہیں ٹھہرے رہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈنمارک کے لوگوں نے چاروناچار جرمنی کی اطاعت تسلیم کر لی ہے۔

ہالینڈ کی حکومت بھی حفاظت کے انتظامات بسرعت کر رہی ہے۔ بلجیم کے متعلق ایک سرکاری افسر کا بیان ہے۔ کہ وہ نئی صورت حالات کے مقابلہ کے لئے بالکل تیار ہے۔

انڈین پوڈر بچے کو گھنڈی پڑ جائے۔ ہرے۔ پیلے سفید دست آتے ہوں۔ بچہ دودھ الٹ دے۔ بچے کا تالو نرم پڑ گیا ہو۔ گردن سوکھ گئی ہو۔ کان پتلے پڑ گئے ہوں۔ بچہ نہایت کمزور ہو گیا ہو۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کی کوششیں لاحاصل رہی ہوں۔ تو انڈین پوڈر کی صرف دو تین خوراک بچے کو دیکر قدرت الٰہی کا مشاہدہ کریں۔ قیمت ۱۲ر علاوہ محصول (۲) **ریسٹورین**۔ نہایت مقوی۔ ممسک اور سرعت انزال کی شکایت دور کرنے والی دوا ہے۔ قیمت صرف دو روپیہ علاوہ محصول۔ نوٹ۔ ۱۵ر اپریل تک مندرجہ بالا ادویات ½ قیمت پر ملیں گی۔ یہاں پوری قیمتیں درج ہیں۔ پتہ:۔ ریسٹورین لیبارٹری قادیان پنجاب پروپرائٹر سید خواجہ علی۔

[illegible] پرنٹر و پبلشر [illegible] فاروق منزل قادیان سے شائع کیا